ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

10 تا 16 محرم الحرام 1430ھ / 8 تا 14 جنوری 2009ء

اس شمارے میں

ذرا سوچیے!

اسلام میں حسن اخلاق کی اہمیت

بتانِ رنگ وخوں کو توڑ کر......

اسلامی بنکاری۔عملی پہلو

پاکستان: احیائے خلافت کا......؟

بیٹے کا مقدمہ باپ کی عدالت میں

اگر میں وعدہ وفا نہ کرتا......

یہ ہے دہشت گردی

دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

طلب صادق

خوب غور وفکر کر لو کہ اس راہ پر چلنا ہے اور ضرور چلنا ہے تو اپنے اندر چند خصوصیات لازماً پیدا کرنا ہوں گی اور ان میں سے سب سے پہلی خصوصیت طلب صادق اور اللہ کی طرف رجوع ہے، تبھی راستہ کھلے گا۔ پھر ہی توفیق ملے گی۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے اردگرد لاکھوں آدمی بستے ہیں جن کے لیے نماز پڑھنا، روزے رکھنا بہت مشکل ہے اور آپ کے لیے آسان ہے۔ آپ میں طلب صادق پائی گئی تو یہ کام آپ کے لیے آسان کر دیے گئے۔ جس طرح نماز پڑھنا آسان ہے اسی طرح دین کے دوسرے تقاضے پورے کرنا بھی آسان ہے بشرطیکہ ان کے لیے بھی طلب صادق ہو۔ دین کے جن شعبوں کے لیے طلب صادق نہیں وہی مشکل محسوس ہوتے ہیں۔ جن کے لیے طلب صادق ہمہ گیر تھی وہاں باپ بیٹے کو کہتا ہے کہ مجھے اللہ کے راستے میں قربان ہونے دو...... بیٹا باپ کو کہتا ہے کہ مجھے شہادت درکار ہے، مجھے جانے دو...... وہاں باپ بیٹا جھگڑ رہے ہیں شہادت کے لیے...... ان کے لیے جتنا نماز کے لیے سر جھکانا آسان تھا اتنا ہی راہِ حق میں سر کٹانا آسان تھا۔ دین کی راہ...... کوئی مشکل راہ نہیں...... البتہ اگر طلب صادق نہیں اور رجوع الی اللہ نہیں تو پھر توفیق بھی نہیں۔ نتیجتاً راہِ حق میں ایک قدم بھی نہیں اُٹھ سکتا۔

ڈاکٹر نذیر شہید

الھدیٰ (353)

سورۃ الاعراف

(آیات: 45تا49)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَیَبْغُوْنَھَا عِوَجًا ۚ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ کٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَبَیْنَھُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَی الْاَعْرَافِ رِجَالٌ یَّعْرِفُوْنَ کُلًّا ۢ بِسِیْمٰھُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّۃِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ ۣ لَمْ یَدْخُلُوْھَا وَھُمْ یَطْمَعُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُھُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۷﴾ وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا یَّعْرِفُوْنَھُمْ بِسِیْمٰھُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰی عَنْکُمْ جَمْعُکُمْ وَمَا کُنْتُمْ تَسْتَکْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ اَھٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا یَنَالُھُمُ اللّٰہُ بِرَحْمَۃٍ ۭ اُدْخُلُوا الْجَنَّۃَ لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾﴾

”جو اللہ کی راہ سے روکتے اور اُس میں کجی ڈھونڈتے اور آخرت کا انکار کرتے تھے۔ان دونوں یعنی بہشت اور دوزخ کے درمیان (اعراف نام) ایک دیوار ہوگی اور اعراف پر کچھ آدمی ہوں گے جو سب کو اُن کی صورتوں سے پہچان لیں گے تو وہ اہل بہشت کو پکار کر کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو۔ یہ لوگ (ابھی) بہشت میں داخل تو نہیں ہوئے ہوں گے مگر اُمید رکھتے ہوں گے۔اور جب اُن کی نگاہیں پلٹ کر اہل دوزخ کی طرف جائیں گی تو عرض کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ظالم لوگوں کے ساتھ (شامل) نہ کیجئیو۔اور اہل اعراف (کافر) لوگوں کو جنہیں اُن کی صورتوں سے شناخت کرتے ہوں گے، پکاریں گے اور کہیں گے (کہ آج) نہ تو تمہاری جماعت ہی تمہارے کچھ کام آئی اور نہ تمہارا تکبر (ہی سود مند ہوا)۔ (پھر مومنوں کی طرف اشارہ کر کے کہیں گے) کیا یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں تم قسمیں کھایا کرتے تھے کہ اللہ اپنی رحمت سے اُن کی دستگیری نہیں کرے گا (تو مومنو) تم بہشت میں داخل ہو جاؤ تمہیں کچھ خوف نہیں اور نہ تم کو کچھ رنج واندوہ ہوگا۔“

منافقوں کا یہ کام ہے کہ وہ خود صراط مستقیم سے رکتے ہیں اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔جس شخص کے بارے میں انہیں معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا رجحان اسلام کی طرف ہو رہا ہے، رسول اللہ ﷺ کی باتیں سنتا اور اثر قبول کرتا ہے تو اُسے طرح طرح کے شکوک وشبہات میں مبتلا کر کے قبول اسلام سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، اُس کو ورغلاتے ہیں اور اُس کے لیے پریشانیاں پیدا کرتے ہیں۔ یہ لوگ آخرت کے منکر ہیں، ورنہ اُن کا طرز اس سے مختلف ہوتا۔

اعراف کہتے ہیں اُن جھروکوں کو جو فصیلوں کے اوپر بنے ہوتے ہیں اور جن میں بیٹھے ہوئے لوگ فصیل کے دونوں طرف دیکھ سکتے ہیں۔ جنت اور دوزخ کے درمیان اعراف ہوں گے، جہاں اُن لوگوں کو رکھا جائے گا جن کے اعمال میں نیکیوں اور برائیوں کا وزن برابر ہوگا۔ یہ لوگ نہ تو جنت میں ہوں گے اور نہ ہی دوزخ میں، ہاں اہل جنت کو بھی دیکھ رہے ہوں گے اور اہل دوزخ کو بھی۔ جب وہ وہاں سے جنتیوں کو دیکھیں گے تو پکار کر کہیں گے، آپ لوگوں پر سلامتی ہو۔ یوں وہ جنتیوں کی حالت دیکھ کر خوش ہوں گے۔ وہ خود تو ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے، مگر اُن کی خواہش ہوگی کہ اللہ انہیں بھی جلدی سے جنت میں داخل کر دے۔

پھر جب اُن کے چہرے ادھر سے پھیر دیے جائیں گے اور وہ جہنمیوں پر نظر ڈالیں گے تو کہہ اٹھیں گے، اے ہمارے پروردگار ہمیں ان ظالموں کے ساتھ شامل نہ کیجیو۔ اہل اعراف وہ افراد ہیں جو ابھی بین الخوف والرجاء کی کیفیت میں ہوں گے۔ انہیں اندیشہ بھی ہوگا اور امید بھی۔

اب یہ اعراف والے اہل جہنم کو دیکھیں گے تو اُن کو چہروں سے پہچان لیں گے اور اُن کو پکار کر کہیں گے کہ اے لوگو! تمہارے ساتھی اور حاشیہ نشین تمہارے کچھ کام نہیں آئے اور وہ جو کچھ تم تکبر کیا کرتے تھے اور اکڑتے تھے وہ تکبر اور اکڑنا بھی تمہارے کام نہ آیا۔ اے ابوجہل! تیرا کیا بنا اور اے ولید بن مغیرہ تو کیسا رہا۔ اہل اعراف جنت میں جھانکیں گے تو وہاں انہیں مسکین اور فقراء مثل بلالؓ، صہیبؓ اور یاسرؓ نظر آئیں گے۔ اس پر وہ دوزخ میں پڑے متکبرین سے کہیں گے کیا یہی ہیں نا وہ لوگ جن کے بارے میں تم کہتے تھے یہ تو ہمارے کمی کاری اور نچلے طبقے کے لوگ ہیں، ہماری عزت، وقار اور وجاہت کے سامنے ان کی حیثیت ہی کیا ہے، ان گرے پڑے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کیسے نوازے گا۔ یہ باتیں اور اُن کے رنج وغم میں اضافے کے لیے کہیں گے۔ اب دیکھا کہ ان لوگوں کو تو حکم ہوا ہے ”جنت میں داخل ہو جاؤ تمہارے اوپر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی تم کسی حزن سے دوچار ہو گے۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

وہ دُعا جو خصوصیت سے قبول ہوتی ہے

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: ((دَعْوَۃُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِاَخِیْہِ بِظَھْرِ الْغَیْبِ مُسْتَجَابَۃٌ عِنْدَ رَاْسِہٖ مَلَکٌ، مُوَکَّلٌ کُلَّمَا دَعَا لِاَخِیْہِ بِخَیْرٍ قَالَ الْمَلَکُ الْمُوَکَّلُ بِہٖ اٰمِیْنَ وَلَکَ بِمِثْلٍ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کسی مسلمان کی اپنے بھائی کے لیے غائبانہ دُعا قبول ہوتی ہے۔ اس کے پاس ایک فرشتہ ہے جس کی یہ ڈیوٹی ہے کہ جب وہ اپنے کسی بھائی کے لیے (غائبانہ) کوئی اچھی دعا کرے تو وہ فرشتہ کہتا ہے کہ: ”تیری یہ دعا اللہ قبول کرے، اور تجھے بھی اسی طرح کا خیر عطا ہو۔“

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذرا سوچئے!

عالمِ کفر متحد ہو کر مملکت خداداد پاکستان کے گرد گھیرا تنگ کر چکا ہے۔ بھارت اس اتحاد کا ہراول دستہ بن کر پاکستان پر دانت تیز کر رہا ہے، لیکن مسلمانانِ پاکستان کے شب و روز میں تبدیلی ہوتی نظر نہیں آتی۔ حکمران اقتدار کے نشہ میں مست ہیں۔ مراعات یافتہ طبقے کا ہر دن عید اور شب شبِ برأت کا نظارہ پیش کر رہی ہے۔ متوسط طبقہ دو وقت کی روٹی کے چکر میں تن من کی ہوش کھو چکا ہے۔ دریا میں کود کر اور رسیوں سے جھول کر خودکشی کرنے والوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ حکمرانوں کی غلط پالیسی کے نتیجے میں ملک کے شمالی حصہ میں آج فوج اور عوام ایک دوسرے کے خلاف حالت جنگ میں ہیں۔ امریکیوں کے میزائل حملوں کو اب ہم نے زندگی کا حصہ سمجھ کر قبول کر لیا ہے اور احتجاج کا تکلف نہیں کرتے۔ معاشی حالت تو کبھی بھی اچھی نہ تھی، اب اخلاقی طور پر بھی دیوالیہ ہو رہے ہیں۔ کراچی میں مسلمان، مسلمان کے خون سے ہاتھ رنگ رہا ہے۔ خود حکمران پاکستان کو مردِ بیمار کہہ رہے ہیں، اسے ناکام ریاست قرار دے رہے ہیں۔ سچ پوچھئے تو پاکستان اس وقت شدید زخمی حالت میں پڑے ہوئے اس جسد کی مانند ہے جو ہر آن موت کی طرف بڑھ رہا ہے اور جسے حشرات الارض نوچنے کے لیے آگے بڑھ رہے ہیں۔ اف خدایا یہ اُس پاکستان کی حالت ہے جو اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آیا تھا، جسے مدینہ کے بعد اسلام کے نام پر بننے والی پہلی ریاست قرار دیا گیا تھا۔

ذرا سوچیے کہ ہماری زمینیں سونا اگلتی ہیں اور ہم ایٹمی قوت ہیں، پھر بھی بھوک اور خوف ہم پر مسلط ہے۔ ہم اللہ اور رسول ﷺ کے ماننے والے ہیں، ہم حاملِ قرآن ہیں، لیکن کافر اور مشرک ہم پر غلبہ حاصل کر رہے ہیں۔ ہمارے حکمران ان سے ڈکٹیشن لیتے ہیں اور فخر سے ان کی چاکری کرتے ہیں۔ سیدھی سی بات ہے ہم نے قیامِ پاکستان کے وقت اللہ سے وعدہ کیا تھا، اے اللہ، تو ہمیں ایک قطعۂ ارضی عطا فرما دے، ہم اس میں تیرا دین اسلام نافذ کریں گے۔ ہم نے دنیا کو پاکستان کا مطلب ''لا الٰہ الا اللہ'' بتایا تھا۔ اللہ نے ہمیں آزاد خودمختار ملک عطا فرما دیا، ہمیں خوشحالی دی، چھوٹوں کو بڑا بنا دیا، ناتواں کو توانا کر دیا تو ہم اپنے وعدہ سے منحرف ہو گئے، ہم مکر گئے۔ ہم نے فریب و دجل سے کام لیا۔ ہم دنیوی مال و متاع پر ریجھ گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ کی رحمت ہم سے روٹھ گئی۔ چنانچہ گراں قدر آزادی اور ملک کی سلامتی سب کچھ خطرے میں پڑ گیا، لیکن ابھی مہلت ہے، ابھی ہمیں ہلاکت خیز انجام سے دوچار نہیں کیا گیا۔ ہمارے بچاؤ کا واحد راستہ اللہ کے حضور سچی توبہ اور اپنے اعمال کی اصلاح ہے۔ آیئے اپنے رب سے کیے ہوئے عہد کو نبھانے کا از سرِ نو عزم کریں اور انفرادی و اجتماعی سطح پر توبہ کریں۔ یعنی ہر فرد طے کرے کہ وہ اپنی ذات اور گھر بار سے ہر اُس چیز کو نکال پھینکے گا جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق نہ ہو گی اور اجتماعی سطح پر قوم اس نظام کو پاکستان میں نافذ کرے جس سے پاکستان ایک اسلامی، فلاحی، مثالی ریاست (یعنی خلافت راشدہ کا نمونہ) بن جائے۔ ہماری انتظامیہ ہو یا پارلیمنٹ ہو یا عدلیہ، ہر جگہ اللہ اور رسول ﷺ کا قانون بالادست ہو۔

یہ یاد رہنا چاہیے کہ قوم بھی افراد کے مجموعے کا نام ہے، لہٰذا ہر فرد کو اپنی ذات پر اسلام نافذ کرنے کے علاوہ اپنی یہ دینی اور قومی ذمہ داری سمجھنی ہو گی کہ وہ اس مملکت خداداد میں اسلام کا عادلانہ نظام نافذ کرنے کی جدوجہد کرنے کا ذمہ دار ہے۔ اب ہمارے پاس غلطیوں کی گنجائش نہیں ہے۔ فطرت کے اصولوں پر سرسری نظر ڈالیں تو آپ آسانی سے جان لیں گے کہ اب زیادہ مہلت نہیں ملے گی۔ ایسا نہ ہو کہ وقت گزر جائے اور ہم حسرت سے ہاتھ ملتے رہ جائیں۔ ذرا سوچئے، لیکن سوچتے نہ رہ جایئے کہ وقت کم ہے اور کام زیادہ۔ آیئے! ربِ رحیم کے حضور سربسجود ہو کر اُس سے اپنے سابقہ گناہوں کی معافی طلب کریں۔ وہ خطاؤں کو بخش دینے والا اور گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ ہم اگر سچی توبہ کریں اور آئندہ دین اسلام پر پورے طور پر عمل پیرا ہو جائیں تو اللہ کی رحمت و نصرت دوبارہ شاملِ حال ہو سکتی ہے اور دنیا و آخرت کی کامیابیاں ہمیں حاصل ہو سکتی ہیں۔ (باقی صفحہ 17 پر)

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

جلد 18
10 تا 16 محرم الحرام 1430ھ
8 تا 14 جنوری 2009ء
شمارہ 1

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیرِ مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور۔ 54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ ~~10~~ 10 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک .... 300 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ---------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

مسولینی

[بالِ جبریل]

ندرتِ فکر و عمل کیا شے ہے؟ ذوقِ انقلاب! — ندرتِ فکر و عمل کیا شے ہے؟ ملت کا شباب!
ندرتِ فکر و عمل سے معجزاتِ زندگی — ندرتِ فکر و عمل سے سنگِ خارہ لعلِ ناب!
رومۃ الکبریٰ! دگرگوں ہو گیا تیرا ضمیر — اینکہ می بینم بہ بیداری است یا رب یا بخواب!
چشمِ پیرانِ کہن میں زندگانی کا فروغ — نوجواں تیرے ہیں سوزِ آرزو سے سینہ تاب!
یہ محبت کی حرارت! یہ تمنا! یہ نمود! — فصلِ گل میں پھول رہ سکتے نہیں زیرِ حجاب!
نغمہ ہائے شوق سے تیری فضا معمور ہے — زخمہ ور کا منتظر تھا تیری فطرت کا رباب!
فیض یہ کس کی نظر کا ہے؟ کرامت کس کی ہے؟ — وہ کہ ہے جس کی نگہ مثلِ شعاعِ آفتاب!

1931ء میں علامہ اقبال جب دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے لندن پہنچے تو اُن کو اطالوی سفیر متعینہ بھارت کی وساطت سے مسولینی کا پیغام ملا۔ انہیں کانفرنس سے فراغت کے بعد روم آ کر کچھ دن قیام کرنے اور وہاں لیکچر دینے کی دعوت دی گئی تھی۔ اقبال نے یہ دعوت منظور کر لی۔ روم پہنچ کر انہوں نے اٹلی کے اکابرین کی مجلس میں ایک لیکچر بھی دیا اور اٹلی کے رہنما مسولینی سے بھی ملاقات کی۔ ان پر اس ملاقات کا گہرا اثر ہوا۔

مسولینی 1883ء میں اٹلی کے ایک قصبے میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ لوہار تھا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ایک مدرسے میں ملازم ہو گیا۔ چند ماہ کے بعد مستعفی ہو کر سوئٹزرلینڈ چلا گیا۔ وہاں ایک اخبار نکالا اور ہنگامہ گرم کر دیا۔ مزدوروں کی حمایت میں جلوس نکالے۔ سوشلزم کا حامی بن گیا۔ چند تقریریں جلاوطنی کے لیے کافی ہو گئیں۔ وہاں سے نکل کر آسٹریا پہنچا۔ وہاں سے بھی نکالا گیا۔ پھر 1911ء میں اٹلی واپس آیا اور حکومت کے خلاف احتجاجی تحریک چلائی' جس کی پاداش میں قید ہوا۔ رہائی کے بعد سوشلزم کو خیرباد کہا اور وطن پرست بن گیا۔ 1915ء میں فوج میں بھرتی ہو گیا۔ تین سال کے بعد فوج سے بھی مستعفی ہو کر 1918ء میں پھر اخبار نکالا اور فسطائیت کی بنیاد ڈالی۔ چنانچہ فسطائیت کی بدولت 1922ء میں روم میں فاتحانہ داخل ہوا اور بادشاہ نے وزیرِ اعظم بنا دیا۔ 1934ء میں ملوکیت کا خواب دیکھنا شروع کیا اور حبشہ پر قبضہ کر کے اُس کی پہلی تعبیر دیکھی۔ 1939ء میں جرمنی کے ہٹلر سے دوستی کی اور 1940ء میں برطانیہ کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ 1943ء میں قوم اس کے خلاف ہو گئی' اس لیے بادشاہ نے معزول کر کے قید کر دیا۔ جرمن فوج جیل سے نکال کر لے گئی۔ 1944ء میں اُس نے ہٹلر کی مدد سے شمالی اٹلی میں فسطائیت کے نام پر پھر اپنی دکان چمکا لی۔ لیکن 1945ء میں جب ہٹلر کا زور ٹوٹا تو شمالی اٹلی کے قوم پرستوں کو ابھرنے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ انہوں نے اس ''مردِ آہن'' کو گرفتار کر لیا' اور 28 اپریل کو اُسے اور اس کی محبوبہ کو قتل کر دیا۔ ان کی نعشیں میلان کے شارعِ عام میں لٹکا دیں۔

1931ء میں اقبال نے اٹلی میں مسولینی کی شہرت و عظمت کے نظارے جگہ جگہ دیکھے۔ مختلف مقامات پر فسطائی نوجوانوں کے پُرجوش جتھے دیکھے۔ اقبال نوجوانوں کے جوش و خروش سے بے حد متاثر ہوئے اور اس نتیجے پر پہنچے کہ مسولینی کی قیادت میں اٹلی کی کایا پلٹ ہو گئی ہے۔ اسی تصور کی بنیاد پر اقبال نے یہ نظم تخلیق کی۔ یاد رہے کہ اقبال ہرگز فسطائیت کے حامی نہ تھے' بلکہ اسے فرنگی سامراج کے خلاف ردِ عمل سمجھتے تھے۔ نظم کے اشعار کی تشریح یہ ہے:

(1) جس فرد یا قوم میں انقلاب پیدا کرنے کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے' اُس کے ہر تصور اور ہر قول اور ہر فعل سے ندرت کا رنگ نمایاں ہوتا ہے۔ اُس قوم کے افراد اپنے آباؤ اجداد کی کورانہ تقلید پر قناعت نہیں کرتے' بلکہ ترقی اور سربلندی کی نئی نئی راہیں تلاش کرتے رہتے ہیں۔ فکر و عمل کی اس جدت و ندرت سے قوم میں شباب (عروج) پیدا ہوتا ہے۔

(2) اسی فکر و عمل کی جدت و ندرت کی بدولت افرادِ قوم دنیا والوں کو معجزے دکھا سکتے ہیں اور اسی کی بدولت انسان مٹی کو سونے میں اور پتھر کو جواہرات میں تبدیل کر سکتا ہے۔

(3) اے رومۃ الکبریٰ (اٹلی) اے اطالیہ! دیکھتی آنکھوں تیرے اندر ایک عظیم الشان انقلاب برپا ہو گیا ہے۔ یہ میں سچ مچ بیداری میں دیکھ رہا ہوں یا یہ ایک خواب ہے۔

(4) انقلابی کیفیت یہ ہے کہ یہاں کے بوڑھوں کی نظریں بھی اسی روشنی سے جگمگا رہی ہیں جو جواں عمری کی مظہر سمجھی جاتی ہے۔ ان میں ایک ایسی آب و تاب دکھائی دیتی ہے جو قابلِ رشک ہے' اور جہاں تک روم کے نوجوانوں کا تعلق ہے' ان کے سینے بلند ولولوں اور خواہشات کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں۔ ایسا ہمہ گیر انقلاب تو زندہ قوموں ہی کا مقدر ہوتا ہے۔

(5) وطن پر مر مٹنے کا جذبہ، پھر اس جذبے میں حرارت اور جوش و خروش کا مظاہرہ تو ایسے عوامل ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ اطالوی قوم کا ہر فرد اپنی منزل کی طرف غیر معمولی جوش و خروش کے ساتھ اسی طرح رواں دواں ہے جس طرح موسم بہار میں پھول شاخوں سے برآمد ہونے کے لیے بے تاب ہوتے ہیں۔ (باقی صفحہ 12 پر)

بسلسلہ اسلام دین امن و سلامتی

اسلام میں حسنِ اخلاق کی اہمیت

مسجد دارالسلام باغِ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 5 دسمبر 2008ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیات قرآنی کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! گزشتہ دو اجتماعات جمعہ میں اسلام کے دینِ امن وسلامتی ہونے کے حوالے سے حسن اخلاق اور حقوق العباد کی اہمیت پر گفتگو ہو رہی ہے۔ ہمارا دین امن وسلامتی کا دین ہے۔ امن وسلامتی کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کریں۔ اُن میں احترام آدمیت کا جذبہ رچا بسا ہو، اور اِسی جذبے سے سرشار ہوکر وہ دوسروں کے حقوق ادا کریں۔

حقوق کے معاملے میں سب سے بڑا حق تو اللہ تعالیٰ کا ہے کہ ہم اُس کی معرفت حاصل کریں، اور اُس کی بندگی بجالائیں۔ اُس نے یہ زندگی ہمیں بطور امتحان عطا کی ہے، اور ہمیں آزادی واختیار بھی دے دیا ہے کہ چاہیں تو اُس کے شکر گزار بندے بنیں، اُس کی بندگی کریں، اور چاہیں تو ناشکری کریں۔ اِمّا شاکراً وَّاِمّا کفوراً اِس امتحان میں کامیاب وہی ہوگا جس نے اللہ کو پہچانا، اور اُس کے احکامات کے مطابق زندگی بسر کی۔ اور جس نے اللہ سے منہ موڑ لیا، اور اپنے نفس کی بندگی کی، وہ ناکام و نامراد ہوگا۔ اللہ کسی کو زبردستی شاہراہ بندگی پر نہیں لاتا۔ انسان کو اختیار ہے، جو چاہے کرے۔ وہ اگر نیکی کے راستے کو اختیار کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اِس کو اُس کے لیے آسان بنادے گا، اور اگر برائی، سرکشی اور نافرمانی کی راہ چلے گا تو اللہ اِسی راستے کو کھولتا چلا جائے گا، تاہم یہ بھی بتا دیا کہ اِس اختیار کے غلط استعمال کرنے کا نتیجہ تباہ کن ہوگا۔ جس نے اِس اختیار کو صحیح استعمال کیا، اللہ تعالیٰ کی توحید کی معرفت حاصل کی، اُس کی بندگی کو شعار بنایا، اُس کے احکامات کے مطابق زندگی بسر کی، وہ تو کامیاب ہوگا، مگر جس نے اللہ کی توحید کا انکار کیا، اُس کی ناشکری کی، اللہ کی بندگی کی بجائے اپنے نفس اور شیطان کی پیروی کی، ناکامی اِس کا مقدر ٹھہرے گی۔ تو اللہ کا حق (یعنی اُس پر ایمان، اُس کی توحید کا اقرار، اُس کی بندگی) یہی وہ اصل اور بنیاد ہے، جس سے انسان کے اندر خیر اور بھلائی کے رجحانات کو تقویت ملتی ہے۔ لیکن اسلام نے جہاں اِس پر زور دیا ہے، وہاں حقوق العباد، انسانوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور حسن اخلاق کی بھی بڑی تاکید کی ہے۔

حسن اخلاق کا معاملہ بھی درحقیقت حقوق العباد کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ اِس لیے کہ ایک شخص کی خوش اخلاقی یا بدخلقی کا اندازہ بھی اُس کے دوسروں کے ساتھ رویہ اور معاملات سے لگایا جاسکتا ہے۔ ایک شخص معاشرے سے دور

> **چاہیے کہ غصہ، انتقام، عداوت، تکبر کے جذبات پر قابو پایا جائے اور تحمل و برداشت اور عاجزی وانکساری کو شعار بنایا جائے۔ اگر آدمی ایسا کرے گا تو اُس کے نفس کی تہذیب ہوگی، اُس کے اخلاق سنوریں گے۔ وہ اللہ کا بھی محبوب بن جائے گا اور خلق خدا کا بھی**

کہیں جنگل میں ہو، اور اُس کا لوگوں سے کوئی واسطہ اور معاملہ نہ ہو تو یہ معلوم نہیں ہوسکے گا کہ وہ بداخلاق ہے یا خوش اخلاق، اُس کا رویہ اور معاملہ درست ہے یا غلط۔

ہمارے دین میں حقوق العباد کو حد درجہ اہمیت دی گئی ہے۔ اللہ کے حقوق میں کوئی کوتاہی ہوگئی، تو اللہ شرک کے ظلم عظیم کے سوا جسے چاہے گا معاف بھی کردے گا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا۝﴾ (النساء:48)

"اللہ اِس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اُس کا شریک بنایا جائے، اور اِس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔ اور جس نے اللہ کا شریک مقرر کیا اُس نے بڑا بہتان باندھا۔"

لیکن اللہ تعالیٰ بندوں کے حق میں ہونے والی کوتاہی اور زیادتی کو معاف نہیں فرمائے گا، جب تک کہ وہ شخص جس کا حق غصب کیا گیا ہو، خود معاف نہ کردے۔ اچھے اخلاق کی فضیلت کا اندازہ اِس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"ایک شخص حسن اخلاق کی وجہ سے وہ بلند مقام حاصل کر لیتا ہے جو اُس شخص کا ہے جو ہمیشہ روزہ رکھتا ہے اور (راتوں کو عبادت میں) کھڑا رہتا ہے۔"

اندازہ کیجیے، کتنا بلند مقام ہے خوش اخلاقی کا، کہ اِس کی بدولت، آدمی کو اتنا بلند روحانی مقام حاصل ہو جاتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ خوش خلقی جس کی اِس قدر قدر منزلت ہے، اُس سے مراد کیا ہے؟ کیا اِس کا مطلب محض یہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ مسکرا کر گفتگو کی جائے، اور بس، جیسا کہ آج کل ہمارے ہاں کمرشل اداروں میں ہوتا ہے۔ اِس کا جواب نفی میں ہے۔ یقیناً مسکراہٹ اور خندہ روئی کے ساتھ پیش آنا بھی نیکی اور صدقہ ہے۔ اُس سے دوسرے آدمی کو خوشی ہوتی ہے۔ یہ خوش اخلاقی کا ایک حصہ تو ہے، لیکن یہ کل خوش خلقی یا اخلاق نہیں ہے۔ خوش اخلاقی وہ مجموعی اچھا رویہ ہے، جو افراد معاشرے کے ساتھ ہم اپناتے ہیں، اور جسے نہ صرف دوسرے لوگ بھی پسند کرتے ہیں، بلکہ خود یہ رویہ اپنانے والے کو بھی اس سے خوشی ہوتی ہے۔ انسانی فطرت بھی اِس رویہ کو قبول اور پسند کرتی ہے۔

حسن اخلاق انسان میں بلندی اور رفعت کے

جذبات کا مظہر ہے۔ لیکن اِس کے ساتھ ساتھ انسان میں پستی کے رجحانات بھی پائے جاتے ہیں، جنہیں رزائل اخلاق کہا جاتا ہے۔ یہ دراصل حیوانی جذبات ہیں۔ چنانچہ جس طرح حیوانوں میں کینہ ہوتا ہے، انسان کے اندر بھی

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''ایک شخص حسن اخلاق کی وجہ سے وہ بلند مقام حاصل کر لیتا ہے جو اُس شخص کا ہے جو ہمیشہ روزہ رکھتا ہے اور (راتوں کو عبادت میں) کھڑا رہتا ہے۔''

کینہ ہے۔ حیوانوں کی طرح انسان میں بھی انتقامی جذبہ اور غصہ ہوتا ہے۔ اُسے اشتعال دلایا جائے تو وہ مشتعل ہو جاتا ہے۔ یہ چیزیں اخلاقی بلندی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ اور بدخلقی کے ذیل میں آتی ہیں۔ ضروری ہے کہ اِن پر کنٹرول کیا جائے۔ غصہ، انتقام، عداوت، تکبر کے جذبات پر قابو پایا جائے اور تحمل و برداشت اور عاجزی و انکساری کو شعار بنایا جائے۔ اگر آدمی ایسا کرے گا تو اُس کے نفس کی تہذیب ہوگی، اُس کے اخلاق سنوریں گے۔ وہ اللہ کا بھی محبوب بن جائے گا اور خلق خدا بھی اُس سے محبت کرنے لگے گی۔ اِس کے برعکس جو شخص بداخلاقی یا رزائل اخلاق کا مظاہرہ کرے گا، وہ خدا کی نظر میں بھی ناپسندیدہ ہوگا، اور مخلوق خدا بھی اُسے بُری نگاہ سے دیکھے گی۔ مثال کے طور پر تکبر اور انکساری دو صفتیں ہیں۔ ایک بدخلقی ہے اور دوسری اعلیٰ اخلاق صفت۔ جو شخص تکبر کرے گا، اپنے علم پر، اپنے مال پر، اپنے حسن پر، اپنی طاقت پر، اپنے زور بازو پر، دیکھنے والے اِس کے بارے میں بھی اچھی رائے قائم نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ بھی اُسے ناپسند کرے گا۔ حدیث میں ایسے آدمی کے متعلق یہ وعید آئی ہے کہ وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

اِس کے برعکس معاملہ تواضع کا ہے۔ اگر ایک آدمی تواضع، عاجزی اور فروتنی اختیار کرتا ہے، تو یہ چیز اُس کے حسن اخلاق کا مظہر ہے۔ ایسے شخص کو لوگ بھی پسند کریں گے اور اللہ بھی۔ لوگ اِس کی دل سے قدر کریں گے۔ اُس سے ملنا جلنا اور رہ و رسم رکھنا انہیں اچھا لگے گا۔ ضرورت اِس بات کی ہے کہ ہم پورے شعور سے حسن اخلاق کو اختیار کریں، اور بدخلقی سے اپنے آپ کو بچائیں۔ اِسی میں ہماری خیر و بھلائی اور معاشرت کا حسن ہے۔ حسن اخلاق کی فضیلت و اہمیت کے بارے میں کئی احادیث آئی ہیں۔

ایک حدیث ملاحظہ کیجئے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مجھے تم میں سے سب سے زیادہ محبوب اور قیامت میں کے دن نشست کے اعتبار سے سب سے قریب وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں گے۔''

دیکھئے، ہمارے دین میں کس قدر اخلاق فاضلہ کی اہمیت ہے۔ آپؐ نے یہاں ترغیب و تشویق کا انداز اختیار فرمایا، اور ہمیں یہ تعلیم دی کہ ہم اچھے اخلاق کو اپنائیں، جو آپؐ کی محبت اور یوم قیامت آپؐ کی قربت کا باعث ہوں گے، اور بداخلاقی اور رزائل اخلاق کی گندگی سے اپنے آپ کو بچائیں۔ چنانچہ اِسی حدیث میں آگے آپؐ نے فرمایا:

''اور قیامت ہی کے دن تم میں سے وہ شخص مجھے سب سے زیادہ ناپسند اور مجھ سے دور ہوگا جو باتونی، فضول گو تصنع کرنے والا اور تکبر و اکڑ کے ساتھ کلام کرنے والا اور متکبر ہوگا''۔ (رواہ الترمذی)

گویا حسن اخلاق کے مقابلے میں سوئے اخلاق کا سب سے نمایاں مظہر بھی تکبر ہے۔ تکبر ایسی بیماری ہے جو انسان کو اندر ہی اندر کھا جاتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو بڑی شے سمجھتا ہے، لیکن اللہ کی نگاہ میں، اور اللہ کی مخلوق کی نظر میں اُس کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ اُس کے تکبر کی وجہ سے اللہ اُسے دنیا میں بھی رسوا کرتا ہے اور آخرت میں بھی اُس کے لیے سخت سزا ہوگی۔ حدیث میں آتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص ہرگز جنت میں داخل نہ ہو سکے گا جس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی تکبر ہوگا''۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حسن اخلاق کو اختیار کرنے اور بُرے اخلاق سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

✿✿✿✿✿

پریس ریلیز

27 دسمبر 2008ء

ایٹمی قوت ہونے کے باوجود ہمارے حکمران دشمن کے خوف سے کانپ رہے ہیں

ہم دشمن پر اس وقت بھاری ہو سکتے ہیں جب ہم اللہ کے وفادار بنیں

ہندو اور یہودیوں کے دل سے ہمارا خوف نکل چکا ہے

حافظ عاکف سعید

پاکستان کے حوالے سے امریکہ کا کردار واضح ہو کر سامنے آچکا ہے، لہٰذا امریکہ کے ساتھ ہر قسم کا تعاون ختم ہونا چاہیے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح، لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے دین سے بے وفائی کی وجہ سے آج ہندو اور یہودی جیسی بزدل قوموں کے دل سے ہمارا خوف نکل چکا ہے۔ ہمیں اللہ نے ایٹمی ڈیٹرنٹ دیا ہوا ہے۔ لیکن ہمارے حکمران دشمن کے خوف سے کانپ رہے ہیں۔ ہم دشمنوں پر اسی وقت بھاری ہو سکتے ہیں جب اللہ کے وفادار بنیں۔ ہمیں اللہ پر بھروسا کرتے ہوئے طے کرنا ہوگا کہ واشنگٹن ہمارا قبلہ نہیں۔ تبھی ممکن ہے کہ جب ہم انفرادی و اجتماعی سطح پر توبہ کریں۔ افراد بھی توبہ کریں اور اللہ سے مدد مانگیں جبکہ اسمبلی طے کرے کہ دستور میں قرآن و سنت کو بالادستی حاصل ہوگی۔ اگر اللہ ہمارے ساتھ ہوگا تو کوئی قوت ہم پر غالب نہیں آ سکتی۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

بتانِ رنگ وخوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا

فرید اللہ مروت

کسی قوم کی ترقی کا انحصار وحدت پر ہوتا ہے۔ یہ وحدت ختم ہوجائے تو قوم تنکوں کی طرح ٹوٹتی اور بکھرتی نظر آئے گی۔ ہمارے پاس اتحاد کا ایک ایسا بہترین ذریعہ موجود ہے جو دنیا کی کسی قوم کے پاس نہیں ہے۔

اور وہ ہے قرآن اور اسلام۔ مگر افسوس کہ ہم آج مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ زندگی کا ہر شعبہ دھڑے بندی کا شکار ہے جس سے وطن عزیز کی بنیادیں متزلزل ہو رہی ہیں۔ دشمن ہماری ان ہی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ہم ان کے جال میں پھنستے جارہے ہیں۔

المیہ یہ ہے کہ ہم لوگ ماضی سے کوئی سبق حاصل نہیں کرتے اور ہم نے مٹنے والی امتوں کی تمام خرابیوں کو خوبیاں سمجھ کر اپنا لیا ہے۔ شیطان اپنے شیطانی حربوں کو ہمارے سامنے خوشنما بنا کر پیش کر رہا ہے اور ہم اس کا شکار ہو رہے ہیں۔

آج ہم نے زمین کے ٹکڑے کو اہم سمجھ لیا ہے اور نظریے کی آفاقیت اور وحدت کو نظر انداز کر دیا ہے جو ہمارے زوال کا ایک بڑا سبب ہے۔ ہم ذات پات کی محدود دنیا سے باہر نہیں نکلتے۔ ہر علاقہ خود کو ایک الگ ملک سمجھ رہا ہے۔ دشمن اس سوچ کو پروان چڑھا رہا ہے اور روز بروز وطن عزیز کی فضا انس ومحبت کی خوشبو سے خالی ہوتی جارہی ہے اور یوں لگتا ہے کہ پورا گلستان تعصبات کے شعلوں کی لپیٹ میں ہے۔ اختلافات کا بازار گرم ہے اور یہ اختلافات دست و بازو کے تصادم تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ عبادت گاہوں کے صحن خون انسانی سے رنگین ہیں۔ اور وطن عزیز کی پاکیزہ فضائیں دھماکوں سے لرز رہی ہیں۔ ایک مسلک کا عالم دین وفات پاجائے تو دوسرے مسلک کا عالم دین اس کے جنازہ میں شرکت نہیں کرتا۔ اختلافات کی خلیج اس قدر بڑھ چکی ہے کہ موت کے دروازے پر بھی ختم نہیں ہوتی۔

لڑتے ہیں اختلاف عقائد پر لوگ کیوں؟
یہ تو ہے معاملہ دل کا خدا کے ساتھ

اسلام تو رواداری کا دین ہے۔ اس میں تو پتھر کھا کر دعائیں دی جاتی ہیں مگر آج یہی مقدس دین کلاشنکوفوں کے سائے میں دم توڑ رہا ہے۔ اور ہم اس کی نوازشوں سے متحد اور یکجا ہونے کے بجائے انتشار کا شکار ہیں اور پوری دنیا ہماری حالت زار پر ہنس رہی ہے مگر صرف ہم ہیں کہ ہمیں اپنے اوپر رونا نہیں آتا۔

ہم دینی طور پر بے یقینی کا شکار ہیں، سیاسی طور پر بے چارگی کا شکار ہیں، ہمارا قومی تشخص دھندلا گیا ہے نظریاتی فکر مادیت کا شکار ہے۔ ہمارا ملی وجود ڈگمگا رہا ہے، صفیں کج، دل پریشان اور سجدے بے ذوق ہیں۔ بیرون ملک ہم لوگ بے اعتبار ہو کر رہ گئے ہیں۔ نہ ہمیں خود پر اعتماد ہے نہ کسی کو ہم پر اعتماد۔ پورا ملک ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے اور ہم ایک دوسرے کے جان کے دشمن۔

اہل ہوس میں گرم ہے پھر جنگ اقتدار
شعلوں کی زد میں سارا گلستان ہے دوستو

قبائلی علاقوں میں خون انسانی کو پانی سے ارزاں کر رکھا ہے، معصوم مسکراہٹوں کو زندگی کے لبوں سے نوچ لیا ہے۔ زندگی خطرات کی زد میں ہے۔ چاروں طرف بندوقیں تنی ہوئی ہیں، انسانیت دم توڑ رہی ہے اور بہاروں نے ادھر کا رخ کرنا چھوڑ دیا ہے۔

یہ حکم ہے کہ اس کے لبوں کو رفو کرو
جو اس دیار درد میں ہنستا دکھائی دے

قرآن پاک نے تو ہمیں کئی سال پہلے خبردار کیا کہ "کہہ کہ وہ (اس پر بھی) قدرت رکھتا ہے کہ تم پر اوپر کی طرف سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے عذاب بھیجے یا تمہیں فرقہ فرقہ کردے اور ایک کو دوسرے (سے لڑا کر آپس) کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ دیکھو ہم اپنی آیتوں کو کس کس طرح بیان کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ سمجھیں۔" (الانعام:65)

نبی کریم ﷺ کی برکت سے تو ہم عذاب کی پہلی دو صورتوں یعنی اوپر کے اور پاؤں کے نیچے کے عذاب سے تو محفوظ ہیں مگر ہماری مذہبی، لسانی اور سیاسی خونریزیاں بتا رہی ہیں کہ ہم تیسری قسم کے عذاب یعنی آپس میں دست و گریبان ہیں اور اس عذاب سے اپنے بچاؤ کی کوئی فکر نہیں کر رہے بلکہ ہم علاقائی، صوبائی اور قومی سطح پر شدید آویزش کا شکار ہیں۔ اتفاق، اتحاد اور محبت واخوت کا ہمارے ہاں قحط ہے۔

مٹی کے گھروندے ڈھا ڈھا کر ایوان بنائے جاتے ہیں
انسان کے ظالم ہاتھوں سے انسان مٹائے جاتے ہیں

اختلافات زندگی کا حصہ ہیں۔ اگر دلوں میں خلوص ومحبت ہو تو اختلافات خود بخود ختم ہوجاتے ہیں مگر جب دلوں میں نفرت ہو تو اختلافات تشدد اور دہشت کا پیش خیمہ بن جاتے ہیں۔ بات چیت کے بجائے ہم دوسروں پر بذریعہ گالی اور گولی فیصلہ ٹھونسنا چاہتے ہیں۔

اسلام ایک مقدس دستور زندگی ہے۔ بردباری، تحمل اور عفو ودرگزر کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ رسول پاک ﷺ نے مختلف نسلوں، قوموں، لباسوں اور زبانوں کو ایک رشتہ میں پرو دیا تھا۔ ایک مرکز کے ساتھ رشتے کو قائم کر دیا تھا اور بار بار یہ فرمایا تھا کہ کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر کوئی امتیاز نہیں، اللہ کے نزدیک اگر کسی بات کو اہمیت ہے تو وہ پرہیزگاری ہے۔ ذات پات اور قبیلے صرف پہچان کے لیے ہیں۔ بقول اقبال۔

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوع انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا
غبار آلودۂ رنگ ونسب ہیں بال و پر تیرے
تو اے مرغ حرم! اڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جا

اسلام نے ہمیں اخوت ومحبت کے ایک دائمی رشتے میں پرو دیا ہے۔ اسلام کے جھنڈے تلے جب مختلف علاقوں، زبانوں، نسلوں اور مختلف مذہبی نظریات والے لوگ جمع ہوگئے تو ایک ہوگئے۔ اس کی یکتائی اور یک جہتی نے انہیں ایک ایسا جسم عطا کیا کہ ان سے قدم قدم پر سرفروشی اور جانثاری کا اظہار ہوتا تھا اور وقت کی بڑی بڑی حکومتیں ان کے قدموں کے نیچے تھیں۔

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا، زور حیدرؓ، فقر بوذرؓ، صدق سلمانیؓ

ماضی میں ہم نے اختلافات کو پاؤں تلے روندا تو ہم دنیا پر چھا گئے اور آج ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی جائے۔ گڑگڑا کر اس کی رحمت طلب کی جائے۔ اور بقول اقبال۔

بتانِ رنگ وخوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی، نہ افغانی

اسلامی بینکاری۔ عملی پہلو

عطاء الرحمٰن عارف

پس منظر:

اسلامی بینکاری کا پاکستان میں آغاز 1997ء میں المیزان انوسٹمنٹ بینک کے قیام سے ہوا جو 2002ء میں پاکستان کے پہلے اسلامی کمرشل بینک کی حیثیت سے تبدیل ہوا اور مرکزی بینک نے اس کو باقاعدہ روایتی بینکوں کی طرح کھاتہ کھولنے اور کھاتہ داروں سے رقوم وصول کرنے کا اختیار دے دیا۔

اس بینک کے قیام میں بنیادی عنصر تو حقیقتاً وہ معروف فیصلہ تھا جس میں اسلامی شرعی عدالت نے سود کو حرام قرار دے کر حکومت کو تین سال کا وقت دیا تھا تاکہ بینکوں سے سود کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اس شرعی عدالت کے ایک جج جسٹس تقی عثمانی کی رہنمائی میں اور ملائشیا و بحرین کے اسلامی بینکوں کے تجربہ کی بنیاد پر میزان بینک نے کام کا آغاز کیا۔

عملی پہلو:

علمائے کرام اور میزان بینک کی اوّلین انتظامیہ نے اس کام کا آغاز تو یقیناً نیک نیتی کے ساتھ کیا تھا اور اس کا مقصد حکومت کے اس اعتراض کا جواب تھا کہ سود کو ہم کلیتاً ختم نہیں کر سکتے کہ اس کے بغیر بینکنگ کا نظام نہیں چلایا جاسکتا، لیکن بعد میں وقت نے ثابت کر دیا کہ حکومت اور مرکزی بینک میں موجود لادین قوتوں کے نمائندوں نے اپنی قوت کے بل پر اور سازش کے انداز میں اس تجربہ کو ناکام کرنے کی مسلسل کوشش کرتے ہوئے فی الوقت اسے ناقابلِ عمل ثابت کر دیا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ بظاہر نام تو غیر سودی لین دین کا لیا جاتا ہے مگر تمام ہی اسلامی بینکوں میں بنیادی روح وہی سودی نظام ہے جس کے خلاف اللہ تعالیٰ نے جنگ کی وعید دے رکھی ہے اور جو قطعاً حرام ہے۔ یہ رائے اسلامی بینکوں میں عملاً معاملات کے چلانے، ان کی انتظامیہ کے رویے اور مختلف موجود پراڈکٹس کے نتائج پر مبنی ہے، جس کی مختصر توضیح پیشِ خدمت ہے۔

(1) میزان بینک کے آغاز میں دیگر اسلامی ممالک سے درآمد شدہ تجربہ کی روشنی میں مفتیان کرام نے وقتی اور عارضی طور پر مرابحہ کو جائز قرار دیا تھا اور اس کو تدریجاً ختم کر کے حقیقی اسلامی ٹرانزیکشن یعنی مشارکہ و مضاربہ کو رائج کرنا تھا لیکن اس وقت خود مرابحہ ایک عفریت کی شکل اختیار کر چکا ہے اور فی زمانہ اسلامی بینکوں کا کل دارومدار اسی ٹرانزیکشن پر ہے اور اسی بنیاد پر قرضوں کا اجراء کیا جاتا ہے۔ اس طریقہ کی عملی خرابیاں مندرجہ ذیل ہیں:

بظاہر نام تو غیر سودی لین دین کا لیا جاتا ہے مگر تمام ہی اسلامی بینکوں میں بنیادی روح وہی سودی نظام ہے جس کے خلاف اللہ تعالیٰ نے جنگ کی وعید دے رکھی ہے اور جو قطعاً حرام ہے

i- مرابحہ میں بینک کسی بھی جنس کی خریداری کے لئے قرضہ جاری کرتا ہے اور اس مقصد کے لئے ایک ایجنٹ کا انتخاب کرتا ہے جو اس خریداری میں بینک کا ممد و معاون ہو۔ 99 فی صد کیسز میں یہ ایجنٹ خود قرض دار ہی ہوتا ہے۔ قیمتِ خرید جنس، اس کی خریداری اور پھر قرض دار کو فروخت کے تمام مراحل کے بارے میں کاغذی دستاویزات (documents) کے مطابق بینک کا نمائندہ ذمہ دار ہوتا ہے، جبکہ درحقیقت یہ سب معاملات وہی ادارہ/شخص کرتا ہے جو اس جنس کو استعمال کرنے کے لئے قرض کی درخواست دیتا ہے۔ اس طرح اس پورے عمل کی شفافیت اور اصل روح بجائے خود سوال ہے۔

ii- وہ تمام دستاویزات جو اس ضمن میں تیار کی جاتی ہیں جن میں جنس کی خریداری، نمائندہ کا انتخاب، وصولیٔ مال اور جنس کی فروخت قرض دار کو سب ہی اوّل روز تیار کر کے دستخط کر دیئے جاتے ہیں۔ صرف ان پر تاریخ کا اندراج بعد میں کیا جاتا ہے۔ اس پورے عمل سے بھی اس معاملہ کا اسلامی ہونا مشکوک ہو جاتا ہے کیوں کہ بعض اوقات وہی فرد/ادارہ جو اس قرض کا فائدہ اٹھاتا ہے، ایجنٹ ہونے کا معاوضہ بھی وصول کرتا ہے۔

(2) مرابحہ کے علاوہ دوسری پراڈکٹ جو نہایت معروف ہے وہ اجارہ (Ijarah) ہے جو روایتی بینکوں کی leasing یا اقساط کی بنیاد پر اشیاء فروخت کرنے سے متماثل ہے۔ اگرچہ اس کا نام بھی اسلامی بینکوں نے ''مسلمان'' کر دیا ہے مگر فی الوقت اجارہ میں درج ذیل قباحتیں موجود ہیں:

i- اجارہ کی صورت میں جو بھی اثاثہ (گاڑی) کرایہ دار کو استعمال کے لئے دیا جاتا ہے، آخر میں یعنی معاہدہ کے اختتام پر وہ (یعنی استعمال کنندہ، کرایہ دار) اُسے خریدنے کا پابند ہوتا ہے (بسا اوقات یہ پابندی قانونی نوعیت کی ہوتی ہے اور کبھی مجبوری کی نوعیت کی، اس لیے کہ کرایہ دار گاڑی کی کُل رقم پہلے ہی ادا کر چکا ہوتا ہے اور اب گاڑی خریدے بغیر چارہ ہی نہیں ہوتا) اور اس مقصد کے لئے آغاز میں ہی ایک معاہدے پر دستخط کر دیا جاتا ہے تاکہ دونوں پارٹیاں خود کو محفوظ تصور کریں۔

ii- اس مقصد کے لئے طے کی جانے والی قیمت بھی دراصل وہ 10، 15، یا 20 فی صد رقم ہوتی ہے جو اثاثہ کے استعمال کے لئے بطور زرِ ضمانت بینک کے پاس رکھوا دی جاتی ہے اب یہ گاڑی چاہے کسی بھی مالیت کی ہو جائے 5 سال یا 3 سال بعد اس کی قیمت وہی تصور کی جاتی ہے جو زرِ ضمانت رکھوائی گئی ہے۔ اس طرح اجارہ اور leasing میں کوئی فرق نہیں ہے۔

iii- بینک اپنے کھاتوں میں اس اثاثہ (یعنی گاڑی) کو کرایہ داری کی ملکیت کے طور پر دکھاتے ہیں اور وہ زرِ ضمانت جو بطور deposit بنک کے پاس موجود ہوتا ہے، اسے اپنا asset مان کر اس پر حاصل ہونے والے تمام ہی منافع کا حق دار بھی اسلامی بینک ہی تصور ہوتا ہے۔ یہ معاملہ مکمل طور پر غیر اسلامی ہے۔

iv- بہت سے اسلامی بنکوں میں کرایہ کی ادائیگی قرض دار

یا کرایہ دار سے بینک کو گاڑی کے استعمال سے قبل ہی ادا کرنا شروع ہو جاتی ہے اور ابھی گاڑی درحقیقت اس کے بنانے والی کمپنی نے جاری بھی نہیں کی ہوتی اس کا کرایہ ادا کرنا شروع ہو جاتا ہے جو کسی بھی طرح شرعی شرائط پر پورا نہیں اترتا۔ بعض دوسرے اسلامی

مرکزی بینک کے ذمہ داران کا موقف ہے کہ اگر اسلامی بینکوں نے اصل بنیاد پر منافع تقسیم کیا تو روایتی سودی بینک نقصان میں جا کر ڈوب جائیں گے

بینکوں میں اگرچہ کرایہ گاڑی موصول ہونے کے بعد چارج کیا جاتا ہے البتہ بکنگ سے لے کر ڈلیوری تک کی مدت کا کرایہ بھی بعد کے کرائے میں شامل کر کے قسط بنائی جاتی ہے جو سراسر حیلہ سازی کے زمرے میں آتا ہے۔

v- بینک جب کرایہ یا rental payment کا حساب لگاتا ہے تو اس مقصد کے لئے ان کے تمام ہی Software میں گاڑی کی کل مالیت کو شامل کر کے اس پر rental نکالتا ہے۔ ایک طرف یہ شرعی ہے مگر جب زرِ ضمانت پر کرایہ دار کو کسی بھی قسم کا فائدہ نہیں دیا جاتا اور بینک اس زرِ ضمانت کو کسی بھی علیحدہ pool میں رکھے بغیر اس کا حاصل ہونے والا منافع بھی خود کماتا ہے، تو یہ پورا معاملہ مشکوک ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اس deposit رقم کو بینک اپنے گوشواروں میں customer کی liability کے طور پر دکھاتا ہے۔

vi- کچھ بینکوں میں audit کے دوران لیٹ ادائیگی قسط پر ہونے والا جرمانہ charity میں استعمال کرنے کی بجائے بینک کی آمدنی میں چلا جاتا ہے جو leasing کا سودی اصول ہے اور غیر شرعی ہے۔

(3) اسی طرح کھاتہ داروں کے جمع شدہ deposit کی رقوم کا کوئی الگ pool بنا کر اس کو مشارکت کے اصولوں پر تقسیم نہیں کیا جاتا، کہ کم مدتی کھاتوں کو کم مدتی سرمایہ کے طور پر استعمال کیا جائے اور زیادہ مدتی کھاتوں کو زیادہ مدتی سرمایہ کے طور پر استعمال کیا جائے۔ اس ضمن میں تمام رقم کو ایک ہی مشترکہ pool کے طور پر استعمال کر کے ان پر منافع تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ بینک کے کھاتہ داروں کو کسی قسم کی آگاہی بھی نہیں دی جاتی کہ ان کو یہ منافع کس بنیاد پر تقسیم کیا جارہا ہے۔

(4) منافع کی تقسیم میں ایک اور بڑا اعتراض یہ ہے کہ کھاتہ داروں کو منافع کی ادائیگی حقیقی آمدنی پر کرنے کے بجائے مارکیٹ کے حصہ کے مطابق روایتی سودی بینکوں کے جاری کردہ منافع سے 0.5% زیادہ یا کم کر کے ادا کی جاتی ہے اور اس مقصد کے لئے فائنل حساب لگانے سے قبل ایک یا دو مرتبہ مختلف کھاتوں پر مختلف شرح کے حساب سے منافع کی تقسیم کا Software چلایا جاتا ہے پھر بالائی ذمہ داران یا انتظامیہ کی اجازت سے منافع تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس وجہ سے کھاتوں میں منافع کی تقسیم 5 سے 7 تاریخ تک کی جاتی ہے۔ اس ضمن میں جب اسلامی بینک کے ذمہ داران سے بات کی گئی تو ان کا جواب تھا کہ اگر ہم نے حقیقی منافع تقسیم کیا جو بہت زیادہ ہو گا تو مارکیٹ سے بہت زیادہ رقم ہمارے بینک میں آجائے گی جس کو سنبھالنے کے ہم اہل نہیں ہیں اور اس کے بعد ہمارے کھاتہ داروں کو منافع کے بجائے نقصان ہو گا (یہ دلیل بجائے خود اللہ پر توکل کے منافی ہے)۔ دوسری جانب مرکزی بینک کے ذمہ داران کا موقف ہے کہ اگر اسلامی بینکوں نے اصل بنیاد پر منافع تقسیم کیا تو روایتی سودی بینک نقصان میں جا کر ڈوب جائیں گے، لہٰذا یہ ممکن نہیں کہ ان کو اس بات پر مجبور کیا جائے۔ اس طرح مرکزی بینک کا اسلامی بینکنگ ڈیپارٹمنٹ اپنے اصل کام یعنی اسلامی بینکاری کو promote کرنے کی بجائے روایتی بینکوں کا ممد و معاون ہے۔

(5) فی الوقت اسلامی بینک اور مرکزی بینک کے درمیان اس بات پر ذمہ داری قبول کرنے کا اختلاف ہے کہ صحیح شرعی بینکاری کے لئے کوئی بھی نئی پراڈکٹ یا متبادل نظام اسلامی بینکوں کے نزدیک مرکزی بینک کی ذمہ داری ہے کہ اس عرصے میں تحقیق کرے جب کہ مرکزی بینک کا اسلامی بینکنگ ڈیپارٹمنٹ منتظر ہے کہ اسلامی بینکوں کی جانب سے کوئی متبادل پراڈکٹ بنا کر سامنے لائی جائے تو وہ اس کو منظور کر دیں گے۔ دونوں جانب ذمہ داری منتقل کرنے سے زیادہ نیت کا معاملہ بھی ہے، کیوں کہ مرکزی بینک میں جن افراد نے اس جانب پیش رفت کی وہ اسلامی بینکنگ ڈیپارٹمنٹ کا حصہ تھے مگر نہیں رہے، نہ ہی اسلامی بینکوں میں سے کسی بھی سطح پر کوئی نئی پراڈکٹ سامنے آسکی، حالانکہ گزشتہ 11 سال میں بے شمار نئے بینک اور اسلامی برانچوں کا قیام عمل میں آچکا ہے مگر ان اداروں میں بھی اس جانب کوئی سنجیدہ پیش رفت نہیں ہو سکی۔

(6) اس وقت اسلامی بینکوں کی انتظامیہ اور اس میں کام کرنے والے بالائی افسران و منتظمین کا ایمان نہایت کمزور نظر آتا ہے اور وہ افراد ظاہری اسباب پر زیادہ بھروسہ رکھتے ہیں بجائے مسبب الاسباب پر رکھنے کے۔ اسی طرح جو افراد پچھلے چند سالوں میں اسلامی بینکوں میں نوکری حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں ان کا تجربہ اور سوچ دونوں روایتی سودی بینکاری کے بارے میں زیادہ ہے۔ بجائے اس بات کے کہ اس شعبہ کو ایک چیلنج یا مشن سمجھ کر قبول کیا جائے، زیادہ تنخواہ اور ایک بڑھتے ہوئے کامیاب شعبہ میں کام کرنے یا تجربہ کی خواہش کی بناء پر روایتی سودی بینکوں سے افراد اسلامی بینکوں کی طرف آرہے ہیں۔ ان کا تجربہ اور علم نہ تو اسلامی بینکاری کے بارے میں ہے نہ ہی کاروبار کا حقیقی تجربہ اور سمجھ رکھنے والے افراد اسلامی بینکوں میں موجود ہیں، جس کی بناء پر وہ اسلامی معیشت کے اصولوں کے مطابق قرضدار اداروں اور افراد کا تجزیہ عملی انداز میں نہیں کر سکتے۔

اس تمام صورتِ حال کا نہایت خطرناک نتیجہ اس صورت میں سامنے آیا ہے کہ بینکوں کی انتظامیہ میں موجود یہ افراد علماء کرام اور شریعہ ایڈوائزرز کو مس گائیڈ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور شریعہ ایڈوائزر اور کنسلٹنٹ جو دن کا کچھ حصہ ہی بینک میں گزارتے ہیں ان کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ ہر ایک ٹرانزیکشن کو ذاتی دلچسپی لے کر دیکھیں لہٰذا ان تمام عوامل کے باعث سیکولر سوچ رکھنے والی انتظامیہ ان سے اپنے مطلب کے فیصلے کرانے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ اسلامی بینک میں کام کرنے والے ان سیکولر قوتوں کا مطمع نظر زیادہ منافع کا حصول ہوتا ہے نہ کہ کسی غریب اور ضرورت مند کاروباری فرد کی مدد کا مشن، جس کی بناء پر وہ بینکاری کے اصول و قوانین جو سودی عنصر کو

اہمیت دیتے ہیں اور اس کی روشنی میں زیادہ سرمایہ دار افراد کو ہی تحفظ فراہم کیا جاتا ہے۔ اس پورے عمل کے پیچھے سودی روایتی بینکاری کی وہی سوچ ہے کہ "بینک اپنے گاہک کو دھوپ میں چھتری دے کر بارش میں واپس لے لیتا ہے" (Banks provides umbrella in sunny days and took back in rainy days from its customer).

اسلامی بینک میں کام کرنے والے ان سیکولر قوتوں کا مطمع نظر زیادہ منافع کا حصول ہوتا ہے نہ کہ کسی غریب اور ضرورت مند کاروباری فرد کی مدد کا مشن، سودی روایتی بینکاری کی وہی سوچ ہے کہ "بینک اپنے گاہک کو دھوپ میں چھتری دے کر بارش میں واپس لے لیتا ہے"

اس طرح اسلامی بینک بھی اکثر و بیشتر منافع کی دوڑ میں برابر شریک ہیں حالانکہ منافع کا اصل فائدہ نہ تو کھاتہ داروں کو مل رہا ہے نہ ہی اس کے حصص یافتگان کو۔ اس کی بجائے بینک انتظامیہ اور مالکان اس میں اپنا حصہ وصول کر رہے ہیں۔ ان حالات میں ایک ضرورت مند فرد نہ تو اپنا کاروبار شروع کر سکتا ہے اور نہ ہی قرض حاصل کر سکتا ہے کیوں کہ اس کے پاس دکھانے کو نہ تو سرمایہ ہے اور نہ ہی گروی رکھنے کو کوئی جائیداد۔

(7) گزشتہ چند سالوں میں روایتی سودی بینکوں اور تمام بیرونی بینکوں نے اسلامی برانچوں کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔ ان کی برانچوں میں کام کرنے والے افراد دونوں طرح کی برانچوں میں تبادلہ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ان کے درمیان فنڈز کی سطح پر بھی کوئی واضح تفاوت موجود نہیں ہے جو بجائے خود شرعی طور پر تشویشناک ہے۔

(8) مرکزی بینک کے اصول و قوانین کی بناء پر بینکوں کو تجارتی لین دین (trading) کی اجازت نہیں ہے اور اسلامی بینکوں کی جانب سے مطالبہ کے باوجود مرکزی بینک اپنے قوانین میں کسی ترمیم کے لئے تیار نہیں ہے۔ یہ بھی ملک میں اسلامی بینکاری کے مکمل شرعی ہونے میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

اگر بینکوں کو تجارتی معاہدات کی اجازت مل جائے تو اسلامی بینک مرابحہ پراڈکٹ کو شرعی اصولوں کے مطابق استعمال کر سکتے ہیں اور بہتر طور پر مشارکہ عقد میں شامل ہو سکتے ہیں۔ فی الوقت اسلامی بینکوں کے پاس مضاربہ کے علاوہ کسی اور اسلامی پراڈکٹ کے استعمال کا چارہ کار نہیں ہے۔ جعلی ایجنٹ کے کردار سے بچنے کے لئے بینکوں کو تجارتی لین دین کی اجازت مل جائے تو مرابحہ بھی شرعی طور پر استعمال ہو سکتی ہے۔

حرفِ آخر:

آخر میں عرض ہے کہ چونکہ اسلامی بینکاری نظام میں ایک شک کا عنصر موجود ہے، لہٰذا ہمیں حتی الامکان کوشش کرنی چاہیے کہ عزیمت کا راستہ اختیار کریں اور خود کو بینکوں میں کام کرنے سے اور بینکوں میں بچت کھاتے کھولنے سے پرہیز کریں تو بہتر ہے۔ وہ علماء کرام جو بینکنگ کو اسلامی قالب میں ڈھالنے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ ان کی نیت پر شبہ نہیں کیا جا سکتا مگر وہ اس وقت روایتی بینکوں اور لادین قوتوں کے بچھائے ہوئے جال میں الجھ کر رہ گئے ہیں۔ عملی طور پر جن لوگوں نے ان بینکوں میں کام سنبھالا ہوا ہے وہ کسی بھی طرح اس کو اسلامی شرعی بینک کے طور پر کام نہیں کرنے دینا چاہتے اور عملی مجبوریاں ظاہر کر کے اپنے مطلب کے معاملات نکال رہے ہیں۔

اس کا حل صرف یہی ہے کہ کوئی گروپ یا ادارہ جذبہ کے ساتھ کام کا آغاز نہایت چھوٹے پیمانے پر یعنی مائیکرو فنانس کی سطح پر کرے اور صرف مضاربت یا مشارکت کے اصولوں کو بنیاد بنا کر کام کا آغاز کرے، تاکہ توجہ معاشرے کے ضرورت مند اور ہنر مند افراد پر ہو سکے، بجائے اس کے کہ پہلے سے موجود عفریتی اداروں کو مزید سرمایہ فراہم کیا جائے۔

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو میں

ہفت روزہ

مبتدی تربیت گاہ

18 جنوری بروز اتوار نماز عصر تا 24 جنوری 2009ء بروز ہفتہ نمازِ ظہر تک

اور

نقباء و امراء تربیت گاہ

23 جنوری بروز جمعہ بعد نماز عصر سے 25 جنوری بروز اتوار نماز ظہر تک

کا آغاز ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں، موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت

رابطہ: 0333-4311226042-6316638-6366638

پاکستان: احیائے خلافت کا نقطۂ آغاز؟

محمد نذیر یٰسین

ہر پاکستانی اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ مملکت خداداد پاکستان کا قیام دو قومی نظریہ کی بنیاد پر عمل میں آیا تھا۔ یہ دو قومی نظریہ دو قوموں کے مابین محض سطحی یا ظاہری فرق کا نام نہیں تھا جیسا کہ رنگ و نسل، تہذیب و تمدن اور جغرافیہ وغیرہ کی بنیاد پر انسانوں کے مابین امتیازات موجود ہوتے ہیں۔ اس کی بنیاد عقیدہ یا بالفاظ دیگر ایمانی قوت ہے اور تجربہ و تاریخ شاہد ہے کہ ایمان کی قوت تمام قوتوں سے عظیم تر ہوتی ہے۔ اس قوت کے بل بوتے پر کوئی فرد یا جماعت بڑی سے بڑی قربانی دینے پر آمادہ اور عظیم کارنامے سرانجام دینے کے قابل ہو جایا کرتی ہے۔ قیام پاکستان کے وقت مسلمانانِ ہند کی قربانیاں اس حقیقت کا بین ثبوت ہیں۔ چونکہ عقائد و نظریات جغرافیہ و سرحدوں کے پابند نہیں ہوا کرتے لہٰذا ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ نظریۂ پاکستان دراصل نظریۂ اسلام ہی ہے جو نہ صرف ایک آفاقی نظریہ ہے بلکہ ایک مکمل ضابطۂ حیات بھی ہے۔ اسلام کا نہ صرف ماضی تابناک ہے بلکہ مستقبل بھی روشن ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی پیشگوئیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت سے قبل پورے روئے زمین پر اسلام کا بول بالا ہوگا۔ مستقبل میں اسلام اور مسلمانوں کے عروج اور غلبہ کی ایک اہم علامت آلِ رسول ﷺ سے اُبھرنے والے رہنماء حضرت امام مہدی ہوں گے جن کا اصل نام محمد بن عبداللہ ہوگا۔ احادیث نبویہ اور بائبل کی روایات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مہدی کے دور میں مشرق وسطیٰ میں ایک عظیم ترین جنگ لڑی جائے گی جس میں بالآخر اہل حق کو فتح نصیب ہوگی۔ اس یوم فتح کو ہی غالباً بائبل میں ”روز غضب“ کا نام بھی دیا گیا ہے۔

عالم عرب کے مشہور دینی اسکالر علامہ سفر الحوالی کی تحقیق کے مطابق یہ روز غضب سن 2012ء میں منصۂ شہود پر آئے گا۔ (بحوالہ اُن کی تالیف ”روز غضب“) اُن کی اس تحقیق کو مدنظر رکھتے ہوئے راقم الحروف مستقبل کے ممکنہ منظرنامے کی ایک مختصر جھلک پیش کرنے کی کوشش رہا ہے:

حضرت امام مہدی کی قیادت میں مشرق وسطیٰ میں جو عظیم ترین جنگ لڑی جائے گی، اُسے احادیث رسول کریم میں الملحمۃ العظمیٰ اور بائبل کی روایات میں ہرمجدون یا آرمیگاڈون کا نام دیا گیا ہے، جو درحقیقت ارضِ فلسطین

> احادیث نبویہ اور بائبل کی روایات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مہدی کے دور میں مشرق وسطیٰ میں ایک عظیم ترین جنگ لڑی جائے گی جس میں بالآخر اہل حق کو فتح نصیب ہوگی۔ اس یوم فتح کو ہی غالباً بائبل میں ”روز غضب“ کا نام بھی دیا گیا ہے

میں واقع ایک مستطیل نما وادی کا نام ہے۔ آثار و قرائن سے یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ اس جنگ کا بنیادی سبب فلسطین اور اسرائیل کا موجودہ قضیہ ہی ہوگا۔ اسلام اور بائبل کی روایات کے مطابق اس جنگ میں مشرقی علاقوں (ممکنہ طور پر افغانستان اور پاکستان وغیرہ ممالک) کی افواج بھی حصہ لیں گی اور وہاں اپنی کامیابی کے جھنڈے گاڑیں گی۔ نائن الیون کے واقعہ کے نتیجہ میں پاکستان اور افغانستان کے خطے پر امریکی یلغار سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ نائن الیون کے متعلق ہم جان چکے ہیں کہ یہ درحقیقت ایک یہودی سازش تھی، جس کا مقصد پاکستان اور افغانستان کے خطے پر امریکی جارحیت کی راہ ہموار کرنا تھا تا کہ یہاں موجود اسلامی قوتوں (مغربی میڈیا کے مطابق بنیاد پرستوں) کا قلع قمع ہو اور پاکستان کو اس کی ایٹمی صلاحیت سے محروم کیا جا سکے۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ پاکستان اور اسرائیل کے مابین بہت سی حیرت انگیز مماثلتیں بھی موجود ہیں۔ دونوں ریاستیں تقریباً ایک ساتھ (محض ایک سال کے وقفے سے) وجود میں آئیں۔ ان دونوں کے قیام کی بنیاد بھی مذہبی تھی۔ تاہم اس معاملہ میں دونوں ریاستوں کے مابین یہ فرق ضرور ملحوظ خاطر رہنا چاہئے کہ قیام پاکستان کا مطالبہ نہ صرف مبنی برحق تھا بلکہ اس کا عملی قیام بھی ایک آزادانہ و منصفانہ استصواب رائے کے ذریعے ہوا تھا۔ اس کے برعکس قیام اسرائیل کا مطالبہ نہ صرف ناجائز تھا بلکہ اس کا عملی قیام بھی دھن، دھونس، دھاندلی اور دیگر ظالمانہ ہتھکنڈوں کی بدولت ممکن ہوا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ دونوں ریاستیں اپنے دفاعی و خارجی معاملات میں آج تک امریکا و برطانیہ وغیرہ کی دست نگر رہی ہیں۔ دونوں ریاستوں کے اپنے پڑوسی ممالک کے ساتھ تنازعات موجود ہیں۔ اسرائیل میں ایسے انتہاپسند گروہ موجود ہیں جو نہ صرف اپنی مذہبی تعلیمات کا مکمل احیاء و عملی نفاذ چاہتے ہیں بلکہ اپنی ریاست کو موجودہ سرحدوں تک ہی محدود نہیں رکھنا چاہتے۔ اسرائیل کے انتہاپسند اپنے ملک کی سرحدوں کو دریائے نیل، دریائے فرات اور خیبر و مدینہ منورہ تک وسعت دینے کے عزائم رکھتے ہیں۔ پاکستان میں اسلام کا انقلابی اور جامع تصور رکھنے والے اسلام کی منصفانہ اور عادلانہ تعلیمات کا احیاء اور معاشرے اور ریاست میں اِن کا نفاذ چاہتے ہیں۔ دونوں ملکوں میں بنیاد پرستوں اور روشن خیالوں کے مابین ایک مسلسل کشاکش بھی جاری ہے۔ دونوں ممالک کے لوگ ایک دوسرے کے شدید مخالف بھی کہے جا سکتے ہیں۔ پاکستان کے لوگ مسئلہ فلسطین کو مسئلہ کشمیر کی طرح اپنا مسئلہ سمجھتے اور یہودیوں سے نفرت کرتے ہیں تو اسرائیلی بھی پاکستان کو اپنے لئے مستقبل کا ایک بڑا خطرہ قرار دیتے رہے ہیں۔

اس پورے تناظر میں اُن احادیث نبویہ ﷺ اور بائبل کی روایات کو سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے جن میں مستقبل کی اس عظیم جنگ کی خبریں دی گئی ہیں۔ علامہ سفر الحوالی کی تحقیق کو اگر درست مان لیا جائے تو حضرت امام مہدی کا ظہور 2012ء سے پہلے ہونا لازم ہے۔ یقیناً یہ ظہور اچانک و یکایک نہیں ہوگا بلکہ پہلے قدرت الٰہی اُن کے ظہور کے لئے سازگار حالات پیدا کرے گی۔ کیا کوئی فصل زمین ہموار کئے، بیج ڈالے، پانی دیئے اور مناسب نگہداشت کئے بغیر بھی کٹنے کے قابل ہوا کرتی

ہے؟ تو کیا حضرت مہدی کے ظہور پر اُمت مسلمہ کو حاصل ہونے والی عظیم شان وشوکت اور عدل وانصاف کا نظام یونہی مفت میں مل جائے گا؟ یقیناً ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، بلکہ جب اُمت اس کے لئے فضا سازگار بنائے گی، نظام خلافت کا بیج ڈالے گی اور اسے اپنے خونِ جگر سے سینچے گی تو ہی حضرت مہدی کی عادلانہ حکومت کے ثمرات سے کما حقہ متمتع ہوسکے گی۔

روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ظہور مہدی کا ابتدائی تمہیدی کام مشرقی علاقوں سے ہوگا یعنی خلافت امام مہدی کے لئے زمین ہموار کرنے اور بیج ڈالنے کا کام مشرقی علاقوں میں سر انجام پائے گا جیسا کہ اسلام کا آغاز سرزمینِ عرب سے ہوا تھا، جہاں سے یہ چاردانگ عالم میں پھیل گیا تھا۔ جزیرۃ العرب کے مشرق میں پاکستان اور افغانستان کا علاقہ ہی وہ واحد خطہ قرار دیا جاسکتا ہے جہاں اس کا امکان سب سے زیادہ موجود ہے۔ یہیں پر وہ مناسب ماحول اور سازگار حالات میسر ہیں جو کسی اسلامی انقلابی تحریک کی پیدائش، نشوونما اور ثمرآوری کے لئے ضروری ہوسکتے ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ چودہ سو برس پہلے آنے والا اسلامی انقلاب اہل مکہ اور اہل مدینہ کی مشترکہ جدوجہد اور اتحاد کی بدولت ممکن العمل ہوا تھا۔ اُس وقت اہل مکہ کو کعبۃ اللہ کے متولی ہونے کے ناطے روئے زمین پر ایک خصوصی مقام حاصل تھا۔ یہ مقام اگرچہ اُنہیں اب بھی حاصل ہے مگر ایک اسلامی انقلاب کے لئے جس سازگار ماحول کی ضرورت ہوتی ہے، موجودہ بادشاہی نظام کی وجہ سے اب وہاں میسر نہیں۔ یہ مناسب ماحول اس وقت پاکستان میں موجود ہے جو اسلام کا قلعہ بھی کہلاتا ہے۔ دوسری طرف افغانستان کے حالات ہجرت نبوی ﷺ سے پہلے مدینہ منورہ کے حالات سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ مدینہ میں اوس اور خزرج کے دو بڑے قبائل آباد تھے جن کی آپس میں خانہ جنگی بھی ہوتی رہتی تھی۔ تاہم وہاں یہود کے تین اہم قبائل بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع بھی آکر آباد ہوگئے تھے۔ یہودی اپنے علم کی بناء پر جان چکے تھے کہ نبی آخر الزماں ﷺ کا ظہور قریب ہے اور وہ کھجوروں کی سرزمین (مدینہ) کی طرف ہجرت کریں گے۔ اُن میں سے کچھ وہ تھے جن کا مقصود نبی آخر الزماں ﷺ پر ایمان لانا اور اُن کا اتباع کرنا تھا مگر اُن میں سے بہت سے بدبخت ایسے بھی تھے جنہوں نے نبی آخر الزماں ﷺ کی تحریک ودعوت کو ناکام بنانے کے لئے وہاں یلغار کی تھی جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ امریکا اور اس کے اتحادیوں نے افغانستان پر اس لئے حملہ کیا تھا کہ انہیں وہاں ایک اسلامی ریاست کا قیام گوارا نہیں تھا۔ جس طرح افغان قوم اتحادیوں کے خلاف شدید مزاحمت کررہی ہے، اسی طرح مدینہ کے مقامی قبائل نے بھی یہودی آبادکاروں کے خلاف شدید مزاحمت کی تھی۔ چونکہ وہ آپس میں متحد نہ تھے، اس لئے یہودیوں کو وہاں قدم جمانے کا موقع مل گیا تھا۔

طالبان کو شکست دینے میں ناکامی کے بعد امریکی اب ایسی قیادت کی تلاش میں ہیں جو نہ صرف جنگجو مجاہدین کے لئے قابل قبول ہو بلکہ امریکہ کے مفادات کا تحفظ بھی یقینی بنا سکے۔ کیا طالبان مجاہدین ایسی کسی نام نہاد مصالحت پر رضامند ہوسکیں گے؟ اور اگر وہ اس پر رضامند نہیں ہوتے تو اُن کی ممکنہ حکمت عملی کیا ہوگی؟ اس سوال کا جواب جاننے کے لئے ہمیں دورِ نبویؐ کے مدینہ منورہ اور موجودہ افغانستان میں فرق کو سمجھنا ہوگا۔

مدینہ منورہ کی طرح افغانستان دارالسلام بننے کی کما حقہ اہلیت نہیں رکھتا جس کی سب سے بڑی وجہ یہ بیان کی جاسکتی ہے کہ افغانستان دور حاضر کے جدید عسکری دفاعی نظام سے محروم ہے جبکہ از روئے قرآن کفار کے ساتھ مقابلہ اور ان پر اہل ایمان کا رعب داب قائم رکھنے کے لئے مروجہ دفاعی نظام ممکنہ حد تک حاصل کرنا ضروری ہے۔ افغانستان کے برعکس اس کا پڑوسی ملک پاکستان مذکورہ بالا خصوصیت کا حامل ہے۔ یہاں برپا ہونے والا کوئی بھی انقلاب مدینۃ النبیؐ کے اسلامی انقلاب کی طرح اپنی حفاظت، بقا اور توسیع کا سامان رکھتا ہے۔ ان وجوہات کی بناء پر طالبان اور دیگر مجاہدین کی کوشش ہوگی کہ پاکستان میں ایک ایسا انقلاب برپا کردیا جائے جو اُن کے لیے باعث تقویت ثابت ہو۔ فی الحال وہ خود تو پاکستان میں برسر اقتدار آنے کی پوزیشن میں نہیں ہوسکتے۔ اس کے لئے اُنہیں یہاں کی دینی قوتوں کا تعاون حاصل کرنے کی راہ اپنانی پڑے گی۔ مجاہدین جس گروہ کو پاکستان میں انقلاب کے لئے اپنا اخلاقی وعملی تعاون فراہم کریں گے، غالباً وہی گروہ پاکستان میں اسلامی انقلاب برپا کرنے کے قابل ہو سکے گا۔ پاکستان میں اس وقت کئی دینی جماعتیں دین اللہ کے غلبے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ یقیناً طالبان اُسی گروہ یا جماعت کو نصرت فراہم کریں گے جو اُن کے افکارو نظریات سے قریب تر ہوگا۔ سچے وحقیقی طالبان کا یہ طرزعمل انصار مدینہ کے اُس طرزعمل کے مطابق ہوگا جس کا مظاہرہ اُنہوں نے نبی کریم ﷺ اور مہاجرین مکہ کو نصرت فراہم کرتے ہوئے کیا تھا۔ راقم کے خیال میں پاکستان میں یہ سعادت اُسی جماعت کو حاصل ہوسکے گی جو منہج انقلاب نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہوگی۔

یہ محض اتفاق نہیں کہ پاکستان کے حالات بڑی تیزی کے ساتھ ایک عوامی انقلاب کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اس انقلاب کی طرف پیش رفت میں عدلیہ کی بحالی کے لئے وکلاء کی تحریک، سیاسی جماعتیں اور سول سوسائٹی سمیت سبھی طبقات اپنا اپنا کردار ادا کریں گے۔ تاہم اس میں اہم ترین اور فیصلہ کن کردار دینی عناصر کا ہی ہوگا کہ کسی بھی مسلم معاشرہ میں نظریۂ اسلام ہی حقیقی و مؤثر ترین قوت محرکہ کا کام دیتا ہے۔

بقیہ: گوشۂ اقبال

(6) اے اطالیہ! آج تیری فضا جن نعروں سے گونج رہی ہے' اُس سے اس امر کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ تیری خوابیدہ انقلابی فطرت کو جس تحریک کی ضرورت تھی' وہ وجود میں آ چکی ہے۔ ظاہر ہے کہ اقبال کے نزدیک اس تحریک کی مظہر مسولینی کی ذات کے علاوہ اور کوئی نہیں۔

(7) اے اطالیہ! اتنا بتادے کہ آج تیری فضائیں' جن انقلابی نعروں سے زیروزبر ہورہی ہیں' اور اُن میں جو تبدیلی رونما ہوئی ہے' وہ کس کا فیض اور کس کی کرامت ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ ایک ایسا شخص ہے جس کی نگاہ سورج کی شعاع کی مانند ہے۔ سورج کی شعاعیں ساری کائنات کو روشنی اور حرارت فراہم کرتی ہیں۔ اقبال نے مسولینی کو ''سورج کی شعاع'' کا استعارہ قرار دیا ہے۔

بیٹے کا مقدمہ باپ کی عدالت میں

عتیق الرحمٰن صدیقی

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں، ان سے ہوشیار رہو اور اگر تم عفو و درگزر سے کام لو اور معاف کر دو تو اللہ غفور رحیم ہے۔ تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو ایک آزمائش ہیں اور اللہ ہی کے پاس بڑا اجر ہے۔" (التغابن:15)

سورۃ الانفال میں فرمایا:

"اور جان رکھو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد حقیقت میں سامانِ آزمائش ہیں اور اللہ کے پاس اجر دینے کے لیے بہت کچھ ہے۔" (آیت:28)

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ مؤخرالذکر آیت کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "انسان کے اخلاص ایمانی میں جو چیزیں بالعموم خلل ڈالتی ہیں اور جس کی وجہ سے انسان اکثر منافقت، غداری اور خیانت میں مبتلا ہوتا ہے، وہ اپنے مالی مفاد اور اپنی اولاد کے مفاد سے اس کی حد سے بڑھی ہوئی دلچسپی ہوتی ہے۔ اس لیے فرمایا کہ یہ مال اور اولاد جن کی محبت میں گرفتار ہو کر تم عموماً راستی سے ہٹ جاتے ہو، دراصل یہ دنیا کی امتحان گاہ میں تمہارے لیے سامانِ آزمائش ہے۔ جسے تم بیٹا یا بیٹی کہتے ہو حقیقت کی زبان میں وہ دراصل امتحان کا ایک پرچہ ہے اور جسے تم جائیداد اور کاروبار کہتے ہو وہ بھی درحقیقت ایک دوسرا پرچۂ امتحان ہے۔ یہ چیزیں تمہارے حوالے کی ہی اس لیے گئی ہیں کہ ان کے ذریعے تمہیں جانچ کر دیکھا جائے کہ تم کہاں تک حقوق اور حدود کا لحاظ کرتے ہو، کہاں تک ذمہ داریوں کا بوجھ لادے ہوئے جذبات کی کشش کے باوجود راہِ راست پر چلتے ہو اور کہاں تک اپنے نفس کو جو ان دنیوی چیزوں کی محبت میں اسیر ہوتا ہے، اس طرح قابو میں رکھتے ہو کہ پوری طرح بندۂ حق بھی بنے رہو اور ان چیزوں کے حقوق اس حد تک ادا بھی کرتے رہو جس حد تک فطرتِ حق نے خود ان کا استحقاق مقرر کیا ہے۔" (تفہیم القرآن، جلد دوم)

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے، جسے طبرانی نے حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت کیا ہے کہ:

"تیرا اصل دشمن وہ نہیں جسے اگر تو قتل کر دے تو تیرے لیے کامیابی ہے اور وہ تجھے قتل کر دے تو تیرے لیے جنت ہے، بلکہ تیرا اصل دشمن ہو سکتا ہے کہ تیرا اپنا وہ بچہ ہو جو تیری ہی صلب سے پیدا ہوا ہے، پھر تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا وہ مال ہے جس کا تو مالک ہے۔" (تفہیم القرآن، جلد پنجم)

قرآن حکیم نے مال اور اولاد کو سامانِ آزمائش قرار دیا اور پھر یہ تلقین بھی فرمائی کہ ان سے ہوشیار اور چوکنے رہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم ان کی محبت میں گرفتار ہو کر حق و راستی کی راہوں سے ہٹ جاؤ اور کجروی کا شکار ہو جاؤ

قرآن حکیم نے مال اور اولاد کو سامانِ آزمائش قرار دیا اور پھر یہ تلقین بھی فرمائی کہ ان سے ہوشیار اور چوکنے رہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم ان کی محبت میں گرفتار ہو کر حق و راستی کی راہوں سے ہٹ جاؤ اور کجروی کا شکار ہو جاؤ۔ تمہاری ان کے ساتھ دلچسپی حدود کے اندر رہو۔ ہر لحظہ یہ احتیاط ملحوظ رہے کہ توازن و اعتدال کا دامن چھوٹنے نہ پائے۔ یہ تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ضرور ہیں مگر آنکھوں کی جلن کا باعث بھی بن سکتی ہیں۔ یہ ایسی متاع بے بہا نہیں کہ ہمیشہ تمہارے قلب و نگاہ کا سرور بنی رہیں۔ یہ سب کچھ عارضی ہے اور نیست و نابود ہو کر رہ جانے والا ہے، مگر اللہ کے ہاں جو اجر ہے وہ دائمی ہے۔ شرط یہ ہے کہ بھروسہ اسی پر رہے۔ وہ پردۂ غیب سے روزی مہیا کرتا ہے، جہاں تک آدمی گمان تک نہیں ہوتا۔ مگر ہم کوتاہ اندیشی کے سبب اس حقیقت کا ادراک نہیں کر پاتے۔

حقیقت یہ ہے کہ جرم، جرم ہے، وہ اونچے محلات میں ہو یا مفلس کی جھونپڑی میں۔ ظلم، ظلم ہے، وہ سربازار ہو یا پردوں کے پیچھے، دست درازی توانا کرے یا ضعیف، حق کے بخیے کوئی صحت مند ادھیڑے یا مریض، عہد و پیمان کوئی فرد توڑے یا کوئی جماعت، حق ماری مختصر ہو یا طویل، عادل کا بہروپ بھر کر کوئی عدل کی مٹی پلید کرے یا جابر و قاہر جبر و قہر کی صورت میں، قانون کی نگاہ میں سب گردن زدنی ہیں۔ محبت کے زمزمے بہا کر کوئی معصیت کا ارتکاب کرے یا نفرت کے الاؤ کو بھڑکا کر کوئی زیادتی کرے وہ معاشرے کو فساد کی نذر کرتا ہے۔ جب بھی کوئی آدمی میرٹ کے تار و پود بکھیرے گا، انصاف کی دھجیاں اڑائے گا، وہ پرامن سوسائٹی کو انتشار و اختلال کی آگ میں جھونکے گا۔ اس کا نتیجہ حلاوتوں کی صورت میں ہرگز رونما نہیں ہو گا۔ وہ نفرتوں اور کدورتوں کی نجاستوں کو عام کرے گا اور اللہ کے عذاب کو دعوت دے گا۔ حقیقی عز و وقار اور کبریائی صرف اللہ کے لیے ہے۔ ایک مؤمن کے دل میں جب تک "تو ہے تمام سے عزیز" کا سودا نہیں سمائے گا، سرخ روئی اور فائز المرامی اسے ہرگز حاصل نہ ہو گی۔

بڑوں سے بڑے پن کی توقع کی جاتی ہے۔ عدل کے ایوان خوشبوئیں بکھیرتے ہیں۔ وہ دوسروں کے لیے نمونہ ہوتے ہیں کجا کہ وہ ایک خول میں بند ہو کر رہ جائیں اور دنائت کی ایسی مثال قائم کریں کہ دل دردمند تڑپ کر رہ جائے اور وہ دم بخود ہو کر اس غم میں گھلنے لگے کہ کیا بنے گا اس ملک کا اور قوم کا جس کا قائد اور سردار خوئے دل نوازی سے محروم اور حق رابہ مقدار رسد کا نقیض بن جائے۔ اقبال نے کیا خوب کہا تھا:

تری زندگی اسی سے، تری آبرو اسی سے
جو رہی خودی تو شاہی، نہ رہی تو روسیاہی!
نہ دیا نشانِ منزل مجھے اے حکیم تو نے
مجھے کیا گلہ ہو تجھ سے تو نہ رہ نشیں نہ راہی!

باپ نے بیٹے سے کہا: "آپ مجھے ان سب سے

زیادہ معزز ہے"۔ غور کیجیے ان الفاظ پر جو لعل و گہر سے بھی زیادہ قیمتی ہیں۔ یہ اسلامی دور کے جلیل القدر چیف جسٹس حضرت شریح کے ہیں جو انہوں نے اپنے فرزند عزیز کی شکایت کے جواب میں کہے۔

حضرت شریح سے ایک دن ان کے بیٹے نے کہا: "ابا جی! میرے اور ایک قوم کے درمیان ایک جھگڑا پیدا ہو گیا ہے۔ میں مسئلہ آپ کو سناتا ہوں۔ اگر میں سچا ہوا تو مجھے بتا دیجیے تا کہ میں مقدمہ آپ کے پاس لے آؤں اور اگر فیصلہ ان کے حق میں ہوتا ہو تو پھر میں ان سے مصالحت کر لیتا ہوں۔" بیٹے نے مسئلے کی نوعیت باپ کو بتا دی اور باپ نے کہا، جاؤ انہیں فیصلہ کرانے کے لیے دعوت دے آؤ۔ بیٹا چلا گیا اور متعلقہ لوگوں سے کہا کہ فیصلہ کرا لیتے ہیں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ جب وہ قاضی شریح کی عدالت میں پیش ہوئے تو شریح نے اپنے بیٹے کے خلاف ان لوگوں کے حق میں فیصلہ دے ڈالا۔ شریح اور ان کا بیٹا گھر واپس آئے تو بیٹے نے کہا: ابا جی! آپ نے تو مجھے رسوا کر دیا! کاش میں نے آپ سے مشورہ نہ کیا ہوتا اور آپ کو ملامت نہ کرتا۔ قاضی شریح نے کہا: "بیٹا! اللہ کی قسم' ان جیسے لوگوں سے ساری زمین بھری ہو پھر بھی آپ مجھے ان سے زیادہ محبوب ہیں' لیکن میرے نزدیک اللہ کی ذات آپ سے زیادہ معزز ہے ...... مجھے یہ خطرہ تھا کہ اگر میں نے آپ کو بتا دیا کہ وہ حق پر ہیں تو ان سے مصالحت کر لوگے جس سے ان کا کچھ نہ کچھ حق ضرور مر جائے گا۔ اس لیے میں نے آپ سے کہا کہ فیصلہ کرا لیں!

حضرت شریح کے بیٹے نے کسی مقدمہ میں ایک آدمی کی ضمانت دی۔ جس شخص کی ضمانت دی گئی تھی وہ فیصلہ کے ڈر سے فرار ہو گیا۔ اس پر قاضی شریح نے اپنے بیٹے کو اس آدمی کی ضمانت میں قید کر دیا اور ہر روز اس کے لیے کھانا لے کر جیل جاتے۔ (تابعین از عبدالرحمٰن رأفت پاشا)

رأفت پاشا لکھتے ہیں:

"راضی ہو اللہ عمر فاروق ؓ سے جس نے اسلام کے محکمۂ قضاۃ کی پیشانی موتیوں کی عمدہ لڑیوں سے مرصع کر کے تابندہ کر ڈالی۔ جی ہاں، ایسے موتی جو زرِ خالص سے بنے اور آبِ شفاف سے دھلے تھے۔ فیصلہ کرتے وقت کسی پر ظلم کیا، نہ حق سے پھرے اور نہ بادشاہ اور رعایا کے درمیان کوئی تمیز روا رکھی۔"

بقیہ: کالم آف دی ویک

"تاریخ ساز" اور "جری" جیسے القابات سے نوازا۔

ہم امریکہ اور اسرائیل کو لگام نہیں دے سکتے۔ ہم کہ اپنے آپ کو امریکی ڈرونز سے نہیں بچا سکتے' غزہ کے مظلوموں کی کیا مدد کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم اتنا تو کر سکتے ہیں کہ تہہ در تہہ کالک میں چھپے مکروہ چہروں کو شریف زادے نہ بننے دیں۔ امریکہ نے "جماعت الدعوۃ" کو نکیل ڈلوانے کے لیے ہمارا ناک میں دم کر دیا لیکن ہم کسی کو نہیں بتا سکتے کہ امریکہ کس درندے کا نام ہے اور اس نے کس طرح کے خونخوار پال رکھے ہیں؟

پتا نہیں تقاضائے وقت کیا ہے لیکن فتح حق و صداقت ہی کی ہو گی کہ یہی اصول ازلی و ابدی ہے۔ میرے پاس آج بھی فلسطینیوں کے لیے وہی پیغام ہے جو علامہ اقبال نے اپنی مختصری نظم "فلسطینی عرب سے" میں دیا تھا:

زمانہ اب بھی نہیں جس کے سوز سے فارغ
میں جانتا ہوں وہ آتش ترے وجود میں ہے
تری دوا نہ جنیوا میں ہے، نہ لندن میں
فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے!
سنا ہے میں نے غلامی سے اُمتوں کی نجات
خودی کی پرورش و لذتِ نمود میں ہے!

(بشکریہ روزنامہ "جنگ")

خوشخبری

نبی رحمت ﷺ کی مستند مناجات و شب و روز کے اذکار پر مبنی پاکٹ سائز سیٹ اب رعایتی قیمت پر صرف مبلغ 35 روپے میں مرکز تنظیم اسلامی اور تمام علاقائی مراکز سے حاصل کریں

شعبہ تربیت تنظیم اسلامی 67/اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور، فون: 6316638-6316638
فیکس: 6271241، E-mail: markaz@tanzeem.org Website: www.tanzeem.org

تدوین حدیث

عبدالرشید عراقی

پہلی صدی ہجری کے اختتام تک اسلام عرب سے باہر عجم کے بہت سے ملکوں پر حکمران تھا۔ لوگ بکثرت دین اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ نئے مسائل اور نئے حالات سے مسلمانوں کو سابقہ تھا، اس وقت فوری ضرورت تھی کہ حدیث وسنت کے سرمایہ کو جو صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ سے منتقل ہوتا چلا آرہا تھا۔ مدون کیا جائے اور جو علم محدثین کرام کے سینوں اور منتشر صحیفوں میں محفوظ تھا، اس کی حفاظت کی جائے۔ ادھر وہ مبارک ہستیاں جنہوں نے براہ راست رسول اللہ ﷺ سے احادیث سُنیں تھیں یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کے وجود سے بزم عالم خالی ہو رہی تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی ؒ 99 ھ میں منصب خلافت پر فائز ہوئے۔ ان کی ذات سراپا اسلام کا اعجاز تھی، اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی تھی۔ اُنہوں نے دیکھا کہ روافض، خوارج اور قدریہ وغیرہ نئے نئے فرقے سر اُٹھا رہے ہیں، جو دین اسلام کو سخت نقصان پہنچا رہے ہیں، اس لئے حدیث وسنت کی باقاعدہ تدوین کی ضرورت ہے۔

چنانچہ حضرت عمر عبدالعزیزؒ نے قاضی ابوبکر بن حزم انصاریؒ (120 ھ) کو جو بہت بلند پایہ محدث تھے اور ان کی طرف سے مدینہ کے گورنر تھے، حدیث کی تدوین کی طرف توجہ دلائی۔ اور ان کو لکھا:

انظر ما کان من حدیث رسول اللہ ﷺ فاکتبہ لی فانی خفت دروس العلم و ذھاب العلماء

''رسول اللہ ﷺ کی جو حدیثیں تم کو ملیں، ان کو تحریری شکل میں لے آؤ، اس لئے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ علم مٹ جائے گا اور علماء رخصت ہو جائیں گے۔''

(صحیح بخاری، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم)

گورنر مدینہ کے علاوہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی حکومت کے دوسرے گورنروں کے نام بھی سرکلر جاری کیا۔ حافظ ابونعیم اصبہان اپنی تاریخ اصبہان میں لکھتے ہیں:

کتب عمر بن عبدالعزیز الی الافاق انظروا حدیث رسول اللہ فاجمعوہُ

''عمر بن عبدالعزیزؒ نے دور دور ملکوں کو یہ حکم بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کو تلاش کر کے جمع کرو۔''

(مقدمہ تعلیق الممجد از مولانا عبدالحی لکھنویؒ ص14)

چنانچہ تمام گورنروں اور علمائے کرام نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے اس فرمان کی تعمیل کی۔ حافظ ابن عبدالبر قرطبیؒ (463ھ) نے اپنی کتاب ''جامع بیان العلم وفضلہ'' میں امام ابن شہاب زہریؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:

امرنا عمر بن عبدالعزیز بجمع السنن فکتبناھا دفتراً دفتراً فبعث الی کل ارض لہٗ علیھا سلطان دفتراً

''ہم کو عمر بن عبدالعزیزؒ نے سنن کے جمع کرنے کا حکم دیا اور ہم نے دفتر کے دفتر لکھ ڈالے۔ پھر اُنہوں نے ہر اس زمین میں جہاں ان کی حکومت تھی، ایک دفتر بھیج دیا۔''

منکرین حدیث کی طرف سے یہ اعتراض کہ حدیث کی تدوین کا کام زمانہ نبویؐ سے ڈیڑھ سو برس بعد ہوا، مخالفت برائے مخالفت کے اصول پر مبنی ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی (م1953ء) اپنے ایک مکتوب بنام مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ میں تحریر فرماتے ہیں:

''مسلمانوں کے اس فقرے کے معنی کہ حدیث کی تدوین ہجرت کے ڈیڑھ سو برس بعد ہوئی، اس کا مقصد یہ ہے کہ تصنیف وتالیف اور کتاب کی حیثیت میں ورنہ محض کتابت کی حیثیت سے زمانہ نبویؐ ہی میں اس کی جمع وتحریر کا آغاز ہو چکا تھا۔''

(مکتوبات سلیمانی ص122 مکتوب نمبر81)

مولانا محمد اسحاق سندیلوی سابق اُستاد تفسیر ندوۃ العلماء لکھنؤ مصنف ''اسلام کا سیاسی نظام'' اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں: ''تحقیق یہ ہے کہ تدوین حدیث کا کام خود نبی کریم ﷺ کے زمانہ سے شروع ہو چکا تھا۔ خلفائے راشدین کے دور میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ اور کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا، جس میں یہ سلسلہ کلیتاً منقطع ہو گیا ہو۔''

(ماہنامہ الفرقان، ذی قعدہ 1375ھ ص37)

مولانا عبدالسلام ندوی (م1956ء) سابق رفیق دار المصنفین اعظم گڑھ لکھتے ہیں: ''صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں فن حدیث مدون ہو چکا تھا اور عمر بن عبدالعزیزؒ نے انہی اجزاء کو ایک مجموعے کی شکل میں جمع کیا۔''

(اسوۂ صحابہؓ، ج2، ص310)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا کام کتابت حدیث کا آغاز کرنا نہیں تھا، بلکہ تحریری اور زبانی روایات کو تلاش کر کے تمام ممالک اسلامیہ کے حدیثی ذخیرہ کو یکجا کرنا تھا، اور تدوین حدیث کا جو کام اب تک انفرادی اور شخصی طور پر ہو رہا تھا، اس کو قومی اور ملی پیمانے پر کرنا تھا۔

جامعین حدیث

آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ میں صحابہ کرامؓ نے احادیث کو قلمبند کیا، ان کی تفصیل مولانا رحمت اللہ رحمانی (م1991ء) کے بیان کے مطابق درج ذیل ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	1286
حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ	6000
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	5374
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	2660
حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	5806
میزان	15906

کثیر الروایات صحابہ کرامؓ (کتابت حدیث، ص54، مطبوعہ دہلی)

تعداد	تعداد روایات
1۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	5374
2۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	2660
3۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	2210
4۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	1620
5۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	1560
6۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	1286
7۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ	1170

(خطبات مدراس، ص35)

یہ ہے دہشت گردی

عرفان صدیقی

جون 1967ء کی جنگ میں اسرائیل نے تمام پڑوسی عرب ممالک کے مختلف علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ مصر جزیرہ نمائے سینا اور غزہ کی پٹی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اردن مشرقی کنارے کے کچھ حصے سے محروم ہو گیا۔ پورا یروشلم اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ شام، قنطیرہ اور جولان کی پہاڑیاں گنوا بیٹھا اور یوں اسرائیل نے وہ سارے مقاصد حاصل کر لیے جو اس کے شیطانی منصوبے کا حصہ تھے۔ پانچ ماہ بعد 22 نومبر 1967ء کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے قرارداد نمبر 242 منظور کی جس میں کہا گیا کہ "جنگ کے ذریعے علاقے پر قبضہ کرنا ایک قابل قبول عمل ہرگز نہیں"۔ قرارداد کے مطابق اسرائیل کو تمام مقبوضہ علاقے خالی کرنا تھے اور جواباً ہمسایہ ممالک کو امن کی ضمانت دینا تھی۔ 1969ء میں ایک اور جنگ بھڑکی جو نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئی۔ اسی سال امریکی وزیر خارجہ ولیم راجرز نے 1967ء میں منظور کی گئی۔ قرارداد کی روشنی میں ایک امن منصوبہ پیش کیا۔ مصر نے اس منصوبے کی تائید کر دی لیکن اسرائیل نے ڈھٹائی کے ساتھ اسے مسترد کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس اسرائیلی رویے کے پیچھے ہنری کسنجر کا ہاتھ تھا۔ اس موقع پر مصر کے صدر جمال عبدالناصر نے کہا تھا: "اسرائیل کو صرف دو چیزیں مفتوحہ علاقے واپس کرنے پر مجبور کر سکتی ہیں۔ امریکہ کا دباؤ یا عالم عرب کی مشترکہ قوت"۔ ناصر کی یہ بات آج چالیس برس بعد بھی تمام تر تدبر کے ساتھ سچ ہے۔ امریکہ دباؤ ڈالنے کے بجائے اسرائیل کا سرپرست، پشتیبان اور پاسبان بنا بیٹھا ہے۔ رہا عالم عرب تو وہ رئیس امروہی نے انہی دنوں ایک قطعہ کہا تھا:

عرب کو تھا جس اپنی عظمت پہ ناز
وہ عظمت دھری کی دھری رہ گئی
ہوا غرق پیٹرول جوشِ جہاد
حیا تیل کی دھار میں بہہ گئی

نام کوئی بھی دے لیا جائے، اصل مسئلہ صرف اس قدر ہے کہ فلسطینی اللہ پر ایمان رکھتے اور محمد عربیؐ کے امتی ہیں۔ ان کی رگوں میں دوڑتے لہو کا سلسلہ نسب، خاک مکہ و مدینہ سے جا ملتا ہے اور غلامی کی سرشت اپنا کر اپنی جبیں کسی جابر کی چوکھٹ پر ٹیک دینا ان کا شیوہ نہیں۔ فلسطین کا مسئلہ پیدا ہی نہ ہوتا اور اگر ہوتا تو برسوں قبل حل ہو چکا ہوتا بشرطیکہ متاثرہ فریق کا شجرِ فکر و نظر "اسلام" سے نہ جڑا ہوتا۔ چونکہ غزہ کی پٹی میں ذبح ہونے والے بھی فلوجہ، بغداد، کابل، قندھار اور وزیرستان میں ذبح ہونے والوں کے قبیلے سے ہیں، ان کی زندگیاں جنس بے مایہ ہیں، ان کا لہو برساتی جوہڑ کے گدلے پانی سے بھی زیادہ ارزاں ہے، ان کے بدن کے چیتھڑے خس و خاشاک کے ڈھیر سے بھی بے توقیر ہیں، ان کی مائیں جیتے جاگتے انسان نہیں، پتھر جنتی ہیں اور انسانوں جیسے انسان دکھائی دینے کے باوجود انہیں انسانوں جیسے حقوق نہیں دیے جا سکتے۔ اس لیے اگر اسرائیل نے ایک بار پھر بم اور میزائل برسا کر سینکڑوں معصوم فلسطینیوں کے پرخچے اڑا دیے، اگر جابجا ان کا لہو چھوٹے چھوٹے تالابوں کی شکل میں جمع ہو گیا ہے، اگر ہزاروں لوگ شدید زخمی پڑے ہیں، اگر مسلسل محاصرے اور ناکہ بندی کے باعث پندرہ لاکھ انسان کھانے پینے کی اشیاء اور ادویات سے محروم کر دیے گئے ہیں، اور اگر معصوم بچے بھوک سے بلک بلک کر جان دے رہے ہیں تو کوئی بات نہیں۔ ایسا ان پر پہلے بھی کئی بار ہو چکا ہے۔ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس پر شہنشاہِ عالم پناہ کو تشویش ہو، جس پر اقوام متحدہ کے آرام و سکون میں خلل پڑے، جس سے "بان کی مون" کی نیندیں حرام ہوں، جس پر سلامتی کونسل مضطرب ہو جائے، جس پر حقوق انسانی کی تنظیمیں پیچ و تاب کھائیں، جس پر یورپی یونین بے کل ہو جائے اور جس پر مہذب دنیا انگاروں پر لوٹنے لگے۔ غزہ، اسلام کے نام لیواؤں کی اک کم نصیب سی بستی ہے، وہ نہ نیویارک ہے نہ لندن نہ ممبئی کہ ساری دنیا تلملانے لگے۔ غزہ میں انسان نہیں بستے اس لیے "مہذب" دنیا کرسمس کی رعنائیوں کو بدمزہ نہیں کرنا چاہتی۔ امریکہ، برطانیہ اور اقوام متحدہ نے کہہ دیا ہے کہ حماس باز آ جائے اور اسرائیل صبر و تحمل کا مظاہرہ کرے۔

سچ کو کتنی ہی گہری قبر میں دفن کر دیا جائے، ایک نہ ایک دن اس کا سخت جان بیج زمین کا سینہ چیرتا ہوا پھوٹ نکلتا ہے۔ نائن الیون کا مردہ بھی ایک دن کفن پھاڑ کر بولے گا۔ اس ڈرامے کے اسکرپٹ رائٹر، اس کے ہدایت کار اور اس کے اداکار خود ہی بول اٹھیں گے۔ دنیا نے دیکھا کہ تین ہزار امریکیوں کا انتقام لینے کے لیے امریکہ پہلے افغانستان پر چڑھ دوڑا۔ پھر اس نے عراق پر چڑھائی کر دی اور پھر اس نے پاکستان کو میدانِ جنگ بنا لیا۔ تین ہزار انسانوں کے خون بہا کے طور پر وہ اب تک کم و بیش چودہ لاکھ انسانوں کا لہو پی چکا ہے، لاکھوں انسان زندگی بھر کے لیے معذور ہو چکے ہیں، بیواؤں اور یتیموں کی ایک نئی فصل لہلہانے لگی ہے، ہزاروں بستیاں کھنڈر ہو چکی ہیں۔ لیکن رقص ابلیسی تھمنے میں نہیں آ رہا۔ ستم یہ کہ ساڑھے سات برس گزر جانے کے بعد بھی کوئی ایک بھی ایسی مستند شہادت پیش نہیں کی جا سکی جس سے پتا چلتا ہو کہ نائن الیون کس کے معجزہ فن کی نمود تھا۔ اس درندگی و سفاکی کے باوجود امریکہ تہذیب کا سردار، تمدن کا پرچم بردار، جمہوریت کا تاجدار، انسانی حقوق کا پاسدار اور امن عالم کا علمبردار ہے اور وہ جو مر رہے ہیں، جو قتل ہو رہے ہیں، جن کے بچے ان کی گود میں دم توڑ رہے ہیں وہ سب دہشت گرد ہیں، شدت پسند ہیں، خونی، اجڈ اور گنوار ہیں۔ کیا اس فریب کا پردہ کبھی چاک نہ ہو گا کہ اصل دہشت گرد کون ہے؟

بش نے عراق پر چڑھائی کی تو عالم عرب کو تسلی دینے کے لیے مسئلہ فلسطین کے تناظر میں ایک روڈ میپ کا اعلان کیا۔ یہ روڈ میپ اپریل 2003ء میں سامنے آیا۔ اس روڈ میپ میں کہا گیا کہ اسرائیل مارچ 2001ء کے بعد قائم کی گئی اپنی بستیاں، کالونیاں اور پوسٹیں ختم کر دے گا اور نئی کالونیوں کی تعمیر روک دے گا۔ دو ماہ بعد، جون 2003ء میں شیرون نے اسرائیلی کابینہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا: "نئی کالونیاں بنتی رہیں گی لیکن لوگوں کو جشن منانے کی ضرورت نہیں۔ یہ کام خاموشی کے ساتھ آگے بڑھتا رہے گا"۔ چنانچہ روڈ میپ کے بعد نئی کالونیوں کی تعمیر میں 35 فیصد اضافہ ہو گیا۔ امریکہ نے "ناراضگی" کا اظہار کرتے ہوئے گیارہ ارب ڈالر کی قرضہ جاتی امداد میں سے 30 کروڑ ڈالر روک لیے۔ اپریل 2004ء میں امریکہ نے بھی شیرون کا راگ الاپنا شروع کر دیا۔ جارج ڈبلیو بش نے شیرون کو "امن کا سفیر" (باقی صفحہ 14 پر)

اگر میں وعدہ وفا نہ کرتا......

بنت فرمان الٰہی

خلیفۂ دوم امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ کے دور خلافت کا واقعہ ہے۔ ایک نوجوان اونٹ پر سوار شہر مدینہ کے پاس سے گزر رہا تھا۔ سفر کی تکان اور دھوپ کی شدت سے بچنے کے لئے ایک جگہ گھنی چھاؤں دیکھ کر ستانے بیٹھ گیا۔ اونٹ کو وہیں چرنے چھوڑ دیا۔ بیٹھے بیٹھے نوجوان کو نیند آ گئی۔ وہ سو گیا۔ جاگا تو دیکھا اونٹ ایک باغ میں ہے۔ نوجوان ادھر لپکا۔ ابھی باغ کے اندر داخل نہیں ہوا تھا کہ ایک پتھر سنسناتا ہوا آیا اور اونٹ کی آنکھ پھوٹ گئی۔

یہ دیکھ کر نوجوان کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا۔ اس نے وہی پتھر اٹھا کر باغ کے مالک کے سر پر دے مارا، جس نے اونٹ کی آنکھ پھوڑی تھی۔ شامت اعمال، بوڑھے مالک کے چوٹ ایسی لگی کہ وہ ضعیف اسی جگہ مر گیا۔ اس کے دونوں بیٹوں نے بڑھ کر نوجوان کو پکڑ لیا اور گھسیٹتے ہوئے امیر المومنین حضرت عمر ؓ کی خدمت میں لے لئے اور انصاف کے طلبگار ہوئے۔

حضرت عمر ؓ نے نوجوان کی طرف دیکھا۔ اس نے یہ کہہ کر جرم کا اقرار کیا کہ ”بے شک پتھر مارنے سے ضعیف کی موت واقع ہوئی لیکن میرا ارادہ یہ نہ تھا کہ اسے مار ڈالوں“۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے اقبال جرم کے لئے قصاص قتل کی سزا دی یعنی خون کا بدلہ خون۔ نوجوان نے اس فیصلے کو مان لیا، لیکن عرض کرنے لگا کہ ”میرے باپ نے ترکے میں کچھ سونا چھوڑا تھا جو میں نے ایک جگہ گڑھا کھود کر اس میں دبا دیا۔ وہ جگہ میں ہی جانتا ہوں۔ میرا ایک چھوٹا بھائی ہے۔ ترکے میں اس کا بھی حصہ ہے۔ اس لئے آپ مجھے تین دن کی مہلت دیں تا کہ میں آخرت میں خائن نہ ہوں اور حقدار کو حق پہنچا دوں“۔ امیر المومنین نے فرمایا لیکن تم کو ضامن دینا ہوگا۔ تو نوجوان کہنے لگا ”امیر المومنین میں دیار غیر میں ضامن کہاں سے لاؤں؟“ معاً ایک آواز گونجی: ”میں اس نوجوان کی ضمانت دیتا ہوں“۔ لوگوں نے چونک کر دیکھا...... رسول اللہ ﷺ کے پیارے صحابی حضرت ابوذر غفاری ؓ اپنی جگہ کھڑے ہیں۔ نوجوان بھی حیران رہ گیا۔ ”مگر آپ تو مجھے جانتے بھی نہیں“۔ فرمایا ”ہاں! میں تم کو نہیں جانتا لیکن تم مسلمان ہو۔ تمہارے تعارف کے لئے اتنا ہی کافی ہے“۔

نوجوان تین دن کی مہلت لے کر چل دیا۔ دو دن گزر گئے، تیسرا دن آیا، نوجوان ابھی واپس نہیں آیا تھا۔ اہل مدینہ کو تشویش ہوئی کہ خواہ مخواہ ایک عظیم صحابیؓ کی جان جائے گی۔ حضرت ابوذر غفاری ؓ نے بیان دے دیا کہ اگر مغرب کے وقت تک نوجوان نہ آیا تو وہ قصاص کے لئے تیار ہیں۔

جیسے جیسے سورج ڈھل رہا تھا، اہل مدینہ گھبرا رہے تھے۔ سورج زرد ہو کر چھپنا چاہتا تھا...... جلاد بلایا جا چکا تھا اور حضرت ابوذر ؓ جلاد کی زد میں تھے کہ اچانک ہوا کے دوش پر لہراتی ہوئی آواز حاضرین کے کانوں میں آئی...... ”لبیک لبیک! ذرا ٹھہریئے، ذرا ٹھہریئے“......

دوسرے لمحے وہ نوجوان گرد و غبار میں ڈوبا ہوا، پسینے سے شرابور سب کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ امیر المومنین نے فرمایا ”تم آ گئے ورنہ مغرب کے بعد سارا مدینہ ایک عظیم صحابی کے سوگ میں ماتم کدہ بن جاتا“...... نوجوان نے عرض کیا: امیر المومنین! اگر میں وعدہ وفا نہ کرتا تو اسلام کی تاریخ داغدار ہو جاتی...... لوگ کہتے کہ اپنے محسن کو موت کے منہ میں دینے والا ایک مسلمان ہی تھا، پھر کوئی کسی کی ضمانت نہ دیتا، مجبوروں اور بے کسوں کو کہیں پناہ نہ ملتی۔ نوجوان کی آواز بھرا گئی۔ اس نے حضرت ابوذر ؓ کی طرف دیکھا اور دھیرے سے کہا ”میرے محسن! آپ سے اللہ راضی ہو۔ آپ کی مہربانی سے میں آخرت کے دن خائنوں میں شمار نہ ہوں گا“۔ پیارے رسول ﷺ کے پیارے صحابیؓ نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ فرمایا ”میرے فرض کو احسان مت کہو، اگر میں تمہاری ضمانت نہ کرتا تو ساری زندگی یہ خیال پریشان کرتا رہتا کہ میں نے ایک بے کس کی مدد نہ کی“۔

صحابیٔ رسولؐ کے خاموش ہوتے ہی دونوں بھائی یعنی مدعی کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے کہا: ”آپ سب گواہ رہیں ہم نے اس عظیم انسان 'نوجوان قاتل' کو معاف کر دیا“۔ یہ سن کر چاروں طرف سے ”احسنت مرحبا“ کی آواز بلند ہوئی...... یہ ہے وہ تعلیم جو سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے دی تھی۔

بقیہ: اداریہ

یہ سطور زیر نوکِ قلم تھیں کہ اطلاعات موصول ہوئیں کہ اسرائیل نے درندگی اور وحشی پن کی تمام حدود پھلانگ کر فلسطینی مسلمانوں پر اندھا دھند فضائی حملے کیے ہیں جس سے سینکڑوں فلسطینی شہید ہو چکے ہیں اور ہزاروں کی حالت یہ ہے کہ خون سے لت پت ہو کر موت سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور ہوں گے۔ جانبداری اور ڈھٹائی کی انتہا یہ ہے کہ امریکہ اور یورپ کے بعض ممالک حماس کو اس خونریزی کا ذمہ دار ٹھہرا رہے ہیں۔ عرب حکمرانوں کے ماتھے پر بل نہیں پڑ رہا۔ خود فلسطین کا صدر محمود عباس تاویلیں پیش کر رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان ہو یا عالم عرب یہ جملہ آب زر سے لکھا جانا چاہیے کہ جو اپنا دوست نہیں اس کا کوئی دوست نہیں۔ جرم ضعیفی وہ جرم ہے جو انسان اپنی ذات سے کرتا ہے پھر خود کو سزا کے لیے دوسرے کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ یاد رکھیے ناتوانی گویا عزت واحترام اور غیرت وحمیت پر خودکش حملہ ہے۔ ذرا سوچیے اُمت مسلمہ سمندر کی جھاگ کی صورت کیوں اختیار کر گئی ہے۔ ذرا سوچیے!

تنظیم اسلامی دیر کے زیر اہتمام دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی دیر شہر کے زیر اہتمام 22 نومبر 2008ء کو دیر کی مختلف مساجد میں فہم دین پروگرام ہوئے۔ ان پروگراموں کے لیے ناظم دعوت حلقہ سرحد شمالی ڈاکٹر فیض الرحمٰن صاحب خصوصی طور پر تشریف لائے۔ شیڈول کے مطابق پہلی نشست مسجد گل باباجی میں بعد از نماز مغرب ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب نے عبادتِ رب، شہادت علی الناس اور اقامت دین اور اُس کا نبویؐ طریقہ کار پر مفصل خطاب فرمایا، جو ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہا۔ اس پروگرام میں تقریباً 60 افراد شریک ہوئے، جنھوں نے بڑی دلچسپی سے یہ خطاب سنا۔ آخر میں سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ پروگرام کے اختتام پر بہت سے احباب نے ایسے پروگرامات تسلسل کے ساتھ منعقد کرنے کا مشورہ دیا۔ دوسری نشست ضلعی ناظم والی مسجد میں بعد از نماز عشاء ہوئی۔ یہاں پر بھی متذکرہ تینوں موضوعات پر خطاب ہوا، جسے 20 احباب نے سنا۔ اس سلسلے کا مرکزی پروگرام مرکزی جامع مسجد میں ہوا، یہاں شرکاء میں اساتذہ اور طلبہ شامل تھے۔ یہ پروگرام دن کے 11 بجے شروع ہوا۔ سب سے پہلے عبادت رب، پھر شہادت علی الناس اور اقامت دین اور آخر میں ''نبویؐ طریق انقلاب'' پر مفصل خطابات ہوئے۔ یہ پروگرام سہ پہر 3 بجے تک جاری رہا۔ شرکاء نے اس کو بہت مفید قرار دیا۔ اس پروگرام میں مقامی علماء اور طلبہ کے علاوہ زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد بھی شریک رہے۔ مجموعی طور پر اس میں 60 افراد نے شرکت کی۔ آخر میں مقامی علماء کی طرف سے ظہرانے کا اہتمام کیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی یہ دعوتی پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ: سعید اللہ جان)

تنظیم اسلامی صادق آباد کا تربیتی و تنظیمی پروگرام

تنظیم اسلامی صادق آباد ہر ماہ ایک روزہ تنظیمی و تربیتی پروگرام باقاعدگی سے منعقد کرتی ہے۔ اس پروگرام کا زیادہ تر حصہ تربیتی نوعیت کا ہوتا ہے۔

ماہ نومبر میں یہ پروگرام 30 نومبر بروز اتوار صبح دس بجے دفتر تنظیم اسلامی حیدری مارکیٹ میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز حسب معمول درس قرآن سے ہوا۔ نسیم چودھری نے سورۃ العصر کا درس دیا۔ درس حدیث کی ذمہ داری راقم کے حصہ میں آئی۔ درس حدیث میں اللہ کی خاطر جمع ہونے والوں کے لیے خوشخبری، غصہ اور غیبت کی شناعت اور جھگڑے سے بچنے کے لیے اپنے حق چھوڑنے پر رسول اللہ ﷺ نے جو نوید سنائی ہے، اُس کا بیان ہوا۔ درس حدیث کے بعد جناب یونس بٹ نے ''نماز'' کے بارے میں گفتگو کی۔

چائے کے وقفے کے بعد ڈاکٹر طاہر ابرار نے ''جدیدیت'' کی خرابیوں کا تذکرہ کیا جو سیکولر دانشوروں کے ذریعے پھیل رہی ہیں اور قرآن وحدیث کی روشنی میں اُس سے دور رہنے کی تلقین کی۔ بعد ازاں نماز اور کھانے کا وقفہ ہوا۔ جس کے بعد سیرت رسول ﷺ کی کتاب ''الرحیق المختوم'' کے منتخب حصے کا مطالعہ کیا گیا۔ بعد ازاں سیرت صحابہؓ کے حوالے سے گفتگو ہوئی۔ سیرت صحابہؓ کے بعد مولانا مودودیؒ کے کتابچے ''کلمہ طیبہ کا معنی'' کا مطالعہ اجتماعی طور پر کیا گیا۔ آخر میں تنظیمی معاملات کے حوالے سے مشاورت ہوئی۔ سب رفقاء نے اپنی اپنی رائے دی۔ نماز عصر کے بعد تنظیم اسلامی صادق آباد کے معتمد جناب نذیر احمد کے بھائی کے لیے دعائے مغفرت اور ملتزم رفیق حکیم جماعت علی کی صحت یابی کے لیے دعا کی گئی۔ اس پروگرام میں 25 رفقاء نے شرکت کی۔

(رپورٹ: سجاد منصور)

ناظم دعوت اور ناظم تربیت کا دورہ بٹ خیلہ

29 نومبر 2008ء کو بٹ خیلہ کے رفقاء واحباب کے ساتھ ایک پروگرام پہلے سے طے تھا، جس کے مطابق ناظم دعوت اور ناظم تربیت حلقہ سرحد شمالی بٹ خیلہ پہنچے جہاں رفقاء کے ساتھ تربیتی نشست ہوئی، جس میں بندگیٔ رب کے موضوع پر مذاکرہ ہوا۔ ناظم دعوت نے بندگیٔ رب کے مفہوم کو سمجھنے اور عام کرنے پر زور دیا اور رفقاء سے اپیل کی کہ وہ اس کے لیے مطالعہ کریں اور لوگوں میں اس فکر کو عام کریں۔

امیر مقامی تنظیم نے ''مطالعہ'' کے حوالے سے مفید گفتگو کی، جس کے بعد اس نشست کا اختتام ہوا۔

دوسرا پروگرام ایک مسجد ہوا، جس میں احباب کے ساتھ دعوتی بات چیت ہوئی۔ یہ نشست صبح ساڑھے آٹھ بجے شروع ہوئی اور ساڑھے دس بجے ختم ہوئی۔ ناظم دعوت نے حقیقتِ بندگی پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ اقامت دین کی جدوجہد بنیادی فریضہ ہے۔ نفاذِ اسلام کے مروجہ طریقوں کو بیان کرکے انہوں نے یہ واضح کیا کہ ہمیں اس کا طریقہ بھی سیرت رسولؐ سے لینا ہوگا اور اُسی کو اپنا کر ہم کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اس نشست میں 20 رفقاء نے شرکت کی۔ شرکاء کی چائے کے ساتھ تواضع کی گئی اور لٹریچر تقسیم کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ تنظیم اسلامی نظام عدل وقسط کے قیام کے لیے جو جدوجہد کر رہی ہے، اس کو نتیجہ خیز بنائے۔ (آمین)

(مرتب: احسان الودود)

چارسدہ میں تنظیم اسلامی کی دعوتی سرگرمیاں

مولانا شمس الحق افغانی اور حاجی باباجی صاحب ترنگزی کی جائے پیدائش ترنگزی چارسدہ کی مٹی ہر لحاظ سے انتہائی زرخیز ہے۔ ہر زمانے میں اللہ نے یہاں ایسی عظیم ہستیاں پیدا کیں جنہوں نے وقت کے جابر و ظالم حکمرانوں کے خلاف پنجہ آزمائی کی اور انہیں مات دیا۔ ان دنوں یہ علاقہ جمیعت علمائے اسلام، عوامی نیشنل پارٹی اور پیپلز پارٹی کا مضبوط گڑھ جانا جاتا ہے۔ راقم نے کچھ عرصہ پہلے ظالم و جابر حکمرانوں کے ظلم واستبداد کی وجہ سے اپنے آبائی علاقے سے نقل مکانی کر کے ترنگزی قلعہ کورونہ میں عارضی طور پر رہائش اختیار کی۔ اور یہاں فکر تنظیم کو پھیلانے کے لئے اپنی سی سعی کر رہا ہے۔ عیدالفطر سے عیدالاضحیٰ تک باقاعدہ مسجد قلعہ کورونہ میں بعد نماز مغرب نوجوانوں کے ساتھ روزانہ نشست ہوتی رہی، جس میں دین کے مختلف پہلوؤں پر گفتگوئیں ہوئیں، اور اقامت دین کی ضرورت واہمیت کو اجاگر کیا گیا۔ ان نشستوں کے ذریعے الحمدللہ تنظیم کی فکر خوب پھیلی۔ اس دوران دیر کے رفقاء کی دعوت پر فیض الرحمٰن کے ہمراہ دیر کے دورہ پر بھی گیا۔ وہاں بھی چند پروگرام ہوئے۔ کچھ روز کے لئے باجوڑ جانا ہوا۔ وہاں بھی تین دنوں میں تین پروگرام کیے۔ شرکاء کے سامنے دین ومذہب کا فرق، فرائض دینی کا جامع تصور اور منہج انقلاب کو واضح کیا۔ عیدالاضحیٰ پر ایک عام ضیافت کا پروگرام بھی رکھا گیا۔ اس میں تنظیم کے رفقاء سمیت کئی افراد شریک ہوئے۔ مجھے امید ہے کہ بہت جلد یہاں بہت سے افراد تنظیم میں شامل ہو جائیں گے۔ (ان شاء اللہ) اللہ تعالیٰ اس حقیر سی سعی کو میرے لیے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین

(مرتب: ابوکلیم نبی محسن)

داعی رجوع الی القرآن' بانی تنظیم اسلامی

صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

محترم **ڈاکٹر اسرار احمد** حفظہ اللہ تعالیٰ

کا شہرۂ آفاق دورۂ ترجمۂ قرآن

بعنوان

بیانُ القرآن

جو کہ مختلف ٹی وی چینلز سے سیٹلائٹ کے ذریعے نشر ہو کر پوری دنیا میں دیکھا اور سنا گیا ہے
اور جس کے ذریعے ہزاروں لوگوں کی زندگیوں میں ایک نمایاں تبدیلی آئی ہے

کتابی صورت میں شائع ہونا شروع ہو گیا ہے

انجمن خدام القرآن سرحد' پشاور نے اس ''بیانُ القرآن'' کا حصہ اوّل جو سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرۃ' مع تعارف قرآن پر مشتمل ہے' شائع کیا ہے

☆عمدہ طباعت ☆دیدہ زیب ٹائٹل اور مضبوط جلد ☆امپورٹڈ پیپر ☆صفحات: 520 ☆قیمت: 400روپے

ملنے کے پتے: ● انجمن خدام القرآن سرحد' پشاور

A-18 ناصر مینشن' ریلوے روڈ نمبر 2' شعبہ بازار پشاور' فون: 2584824,2214495(091)

● مکتبہ خدام القرآن لاہور: K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور' فون: 3-5869501(042)

سانحۂ کربلا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عزیمت وعظمت کی صحیح تصویر

اور

شہیدِ مظلومؓ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب اور آپ کی مظلومانہ شہادت کے بیان پر جامع تالیف

- یہودنے عہدِ صدیقیؓ میں جس سازش کا بیج بویا تھا' آتش پرستانِ فارس کے جوشِ انتقام نے اسے تناور درخت بنا دیا تھا۔
- وہ آج بھی قاتلِ خلیفۂ ثانیؓ ابولولو فیروز مجوسی کی قبر کو متبرک سمجھتے ہیں۔
- علی مرتضیٰؓ کی طرح حضرت حسینؓ بھی قاتلینِ عثمانؓ کی سازش کا شکار ہوئے۔
- سید الشہداء کون ہیں اور شہیدِ مظلوم کون؟ تاریخی حقائق کو سمجھنے کے لئے

بانیٔ تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد

کی دو جامع اور مختصر مگر عام فہم اور محققانہ تاریخی کتابوں

کا مطالعہ کیجئے

دونوں کتابوں کے سیٹ کی مجموعی قیمت اشاعت خاص: 50روپے (علاوہ ڈاک خرچ)

مکتبہ خدام القرآن لاہور

36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 5869501-3 email:maktaba@tanzeem.org

دعائے مغفرت

بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے معتمد ذاتی اور دیرینہ رفیق کار سردار اعوان صاحب جمعرات یکم جنوری کی شام اپنے مالکِ حقیقی سے جاملے۔ جمعۃ المبارک کی نماز کے بعد ان کی نماز جنازہ محترم ڈاکٹر صاحب نے پڑھائی۔ رفقاء واحباب اور قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ فی رحمتک وحاسبہ حسابا یسیرا

اطلاع

رفقاءِ تنظیم اسلامی کو مطلع کیا جاتا ہے کہ 8جنوری بروز جمعرات امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب لاہور سے باہر ہوں گے لہٰذا ملاقات کے لیے موجود نہیں ہوں گے